عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۳ | ۱۲ تا ۱۸/ شوال ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۶/ نومبر تا ۲/ دسمبر ۲۰۰۴ء | شمارہ: ۲۷

قیمت: ۷ روپے

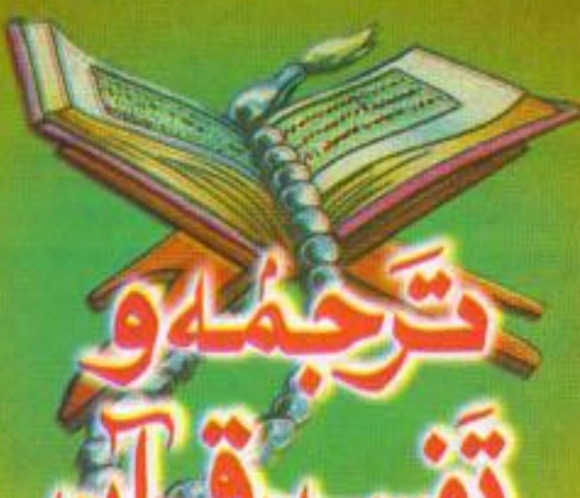

ترجمہ و تفسیرِ قرآن

مرزا قادیانی اپنے دعوؤں کی روشنی میں

والدین کے حقوق

دُعا کیوں قبول نہیں ہوتی؟

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

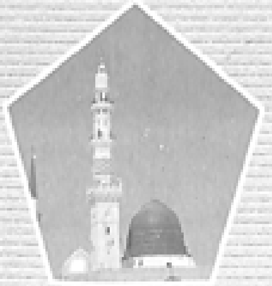

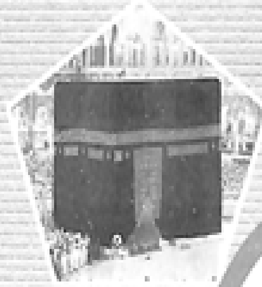

آپ کے مسائل

غیر مسلم کا ہدیہ قبول کرنا:

س:...... یہاں پر اکثر غیر مسلم ہندو عیسائی اور سکھ وغیرہ رہتے ہیں لیکن جب ان میں سے کسی کا کوئی تہوار یا اور کوئی دن آتا ہے تو یہ حضرات اپنے اسٹاف کے حضرات کو خوشی میں کچھ مشروبات اور دیگر اشیاء وغیرہ پینے کے لئے دیتے ہیں' کیا ایسے موقع پر ان کا کھانا پینا مسلمانوں کے لئے درست ہے یا نہیں؟

ج:...... غیر مسلم کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے' بشرطیکہ ناپاک نہ ہو۔

غیر مسلموں کے مذہبی تہوار:

س:...... اگر کوئی مسلمان' ہندوؤں کے مذہبی تہواروں میں ان سے دوستی یا کاروباری تعلق ہونے کی وجہ سے شرکت کرے تو یہ شرعی لحاظ سے کیسا ہے؟

ج:...... غیر مسلموں کی مذہبی تقریبات و رسوم میں شرکت جائز نہیں۔ حدیث میں ہے کہ جس شخص نے کسی قوم کے مجمع کو بڑھایا وہ انہی میں شمار ہوگا۔

شادی بیاہ میں عورتوں کا بے پردگی کرنا

س:...... اکثر خواتین جو پردہ کرتی ہیں وہ عام طور پر شادی بیاہ یا دیگر تقریبات کے موقع پر پردہ نہیں کرتیں حالانکہ وہاں بھی ان کا مردوں سے سامنا ہوتا ہے' اور رہی سہی کسر مووی اور تصاویر پوری کر دیتے ہیں جس کے ذریعہ ان باپردہ خواتین کو نامحرم مرد حضرات بآسانی دیکھ لیتے ہیں' میرے خیال میں تو یہ پردہ داری نہیں بلکہ پردہ دری ہے' سوال یہ ہے کہ کیا شادی بیاہ یا دیگر تقریبات کے موقع پر بھی خواتین کو باپردہ رہنا چاہئے؟ چاہے مرد اس جگہ موجود نہ ہوں' لیکن مووی بن رہی ہو؟ آپ بتایئے کہ کیا یہ خواتین پردہ دار کہلانے کی مستحق ہیں؟

ج:...... آپ کا خیال صحیح ہے۔ ایسی عورتیں پردہ دار نہیں بلکہ پردہ در ہیں۔

پردے کی حدود

س:...... اسلام میں پردہ کی کیا حدود ہیں؟ بہت سی لڑکیوں کو اکثر چہرے کھولے پردہ کرتے دیکھا گیا ہے جبکہ میرے خیال میں چہرہ بھی پردے کی چیز ہے۔ کیا اسلام میں ہاتھ پہنچوں تک' پیر اور آنکھیں کھلی رکھنے کی اجازت ہے؟ یا ہاتھ اور پاؤں پر بھی موزے اور دستانے استعمال کئے جائیں؟

ج:...... ہاتھ' پاؤں اور آنکھ کھلی رہیں۔ چہرہ چھپانا چاہئے۔

کن لوگوں سے اور کتنا پردہ ضروری ہے؟

س:...... میں ایک معزز سید گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں۔ ہمارے گھر میں پردہ بھی ہوتا ہے مگر اپنے عزیز و اقارب سے نہیں' لیکن میں اپنے تمام نامحرم رشتہ داروں سے پردہ کرنا چاہتی ہوں۔ اب جبکہ میں نے ایسا کیا تو دوسرے لوگوں کے علاوہ مجھے اپنے والدین کی مخالفت کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ میں نہ ٹی وی دیکھتی ہوں اور نہ غیر مردوں کی تصاویر' امی ابو میرے بارے میں پریشان ہیں۔ براہ کرم مجھے قرآن و سنت کی روشنی میں بتایئے کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟ میں اپنے والدین کو اپنی وجہ سے پریشان اور مغموم نہیں دیکھ سکتی مگر خدا کے احکام کی خلاف ورزی بھی نہیں کرنا چاہتی' ایک روایت میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے یہ فرمایا گیا تھا کہ مجبوری کی حالت میں عورت اپنے قریبی محرم کے سامنے چہرہ کھول سکتی ہے' اس سلسلے میں بھی وضاحت کر دیں تو مشکور ہوں گی۔ کیا میں اپنے کزن (خالہ زاد' چچازاد وغیرہ) کے سامنے چہرہ کھول سکتی ہوں؟

ج:...... جس شخص کے ساتھ عورت کا نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہو وہ "محرم" کہلاتا ہے اور جس سے کسی وقت نکاح جائز ہو سکتا ہے وہ عورت کے لئے "نامحرم" ہے' اور شرعاً نامحرم سے پردہ ہے' اس لئے خالہ زاد' چچازاد سے بھی پردہ کرنا چاہئے' اگر کبھی کبھار مجبوری سے کسی نامحرم کے سامنے آنا پڑے تو چہرہ چھپا لینا چاہئے' نامحرم رشتہ داروں سے بے تکلفی کے ساتھ باتیں کرنا اور بے حجاب ان سے اختلاط کرنا شرعاً و اخلاقاً زہر قاتل ہے۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

سرپرست اعلیٰ

حضرت خواجہ خان محمد زید مجدہٗ

سرپرست

حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہم

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

جلد:۲۳ شمارہ:۲۷ ۱۲تا۱۸/شوال ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۶/نومبر تا ۲/دسمبر ۲۰۰۴ء

مدیر اعلیٰ: مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ: مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر: مولانا اللہ وسایا

اس شمارے میں

اداریہ		4
ترجمہ وتفسیر قرآن	(مولانا عبداللہ عباس ندوی)	6
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ	(مولانا محمد اقبال رنگونی)	12
والدین کے حقوق	(حضرت امام بخاریؒ)	15
دعا قبول کیوں نہیں ہوتی؟	(مولانا شمس الحق ندوی)	18
ہماری تباہی وپریشانی کا حل	(مولانا شاہ ابرار الحق)	20
مرزا قادیانی اپنے دعووں کی روشنی میں	(حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ)	23
عالمی خبروں پر ایک نظر		27

مجلس ادارت

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

مولانا بشیر احمد

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی

مولانا نذیر احمد تونسوی

مولانا منظور احمد الحسینی

مولانا سعید احمد جلال پوری

صاحبزادہ طارق محمود

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

سید اطہر عظیم

سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا

ناظم مالیات: جمال عبدالناصر شاہد

قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد میو ایڈووکیٹ

ٹائٹل وتزئین: محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان

زرتعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر۔

یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۰ امریکی ڈالر

زرتعاون اندرون ملک: فی شمارہ: ۷ روپے۔ ششماہی: ۱۷۵ روپے۔ سالانہ: ۳۵۰ روپے

چیک۔ ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت۔ اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

لندن آفس:
35, Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
Hazori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)، پرانی نمائش، ایم اے جناح روڈ، کراچی
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi.
Ph: 7780337 Fax: 7780340

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری — طابع: ... — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — مقام اشاعت: ...

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکومت کی آئینی ذمہ داری

موجودہ حالات میں قادیانیوں کی کوشش ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا جائے۔ قادیانی ہر لحاظ سے اس کوشش میں ہیں کہ مسلمانوں پر عائد کئے جانے والے دہشت گردی کے الزامات سچ ثابت ہو جائیں‘ مدارس کو دہشت گردی کا اڈا ثابت کردیا جائے اور مسلم تنظیموں پر پابندی عائد ہوجائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے وہ ہر حربہ استعمال کررہے ہیں۔ اوچھے ہتھکنڈوں کے استعمال کے ذریعہ وہ اپنی غلط سوچ کو دنیا کے سامنے درست ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن نتیجہ اس کے برعکس نکل رہا ہے۔ قادیانیوں کے دہشت گرد ہونے کے ثبوت اخبارات ورسائل میں شائع ہورہے ہیں۔ ان کی دہشت گردی کے آلات اور ناجائز اسلحہ سمیت گرفتاری کے واقعات عام ہوچکے ہیں۔ اسلام دشمن ممالک کی خفیہ ایجنسیوں سے ان کے روابط کا پردہ چاک ہوچکا ہے۔ گرفتار ہونے والے قادیانیوں نے اسلام دشمن ممالک کے ایجنٹ ہونے کا اعتراف کرلیا ہے۔ اس صورتحال میں قادیانی جماعت کا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا چاند پر تھوکنے کے مترادف ہے۔ میڈیا کے ذریعہ اسلام کو بدنام کرنے کی کوششیں قادیانیوں کو ان کے آقاؤں سے ورثے میں ملی ہیں۔ قادیانیوں کے دہشت گردوں سے روابط کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ یہ ٹولہ شروع ہی سے اسلام اور ملک کا غدار رہا ہے۔ مسلمانوں کو اس ٹولہ کی وجہ سے بے پناہ نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ دہشت گردوں نے مسلمانوں کے خاتمے کی سازش میں قادیانیوں کو اہم ترین مہرے کے طور پر استعمال کیا ہے۔ امریکی حکومت کی رپورٹوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف استعمال ہونے والے غلط الفاظ کے استعمال کی مکمل ذمہ داری بھی قادیانیوں پر عائد ہوتی ہے کیونکہ قادیانیوں کے بدنام زمانہ نمائندوں اور وکلاء نے امریکی حکومت کے کارپردازوں سے مل کر انہیں اسلام‘ مسلمانوں اور پاکستان کے خلاف بے جا الزامات عائد کرنے پر اکسایا ہے۔ قادیانیوں کی سرگرمیوں کو لگام دینا جہاں مسلم عوام‘ علمائے کرام اور دینی جماعتوں کی ذمہ داری ہے وہاں حکومت پر بھی یہی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس اسلام دشمن ٹولے کی سرگرمیوں کا سدباب کرے۔ حکومت کو چاہئے کہ وہ کسی قیمت پر قادیانیوں کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگلنے کی اجازت نہ دے‘ انہیں مسلمانوں پر دہشت گردی کے الزامات عائد کرنے سے روکے‘ انہیں دہشت گردوں کی سرپرستی کرنے اور خود دہشت گردی میں ملوث ہونے سے روکے اور جن قادیانیوں نے دہشت گردی کا ارتکاب کیا ہے انہیں عبرتناک سزائیں دے‘ قادیانیوں نے دہشت گردوں کے ساتھ مل کر جو نیٹ ورک قائم کیا ہے اسے توڑے‘ میڈیا کے ذریعہ ان کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہرزہ سرائی کا سدباب کرے اور امریکی حکومت اور دیگر ممالک کی حکومتوں کے سامنے قادیانیوں کے مکروہ چہرے سے نقاب کشائی کرکے انہیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف غلط رپورٹوں کی اشاعت سے روکے۔ حکومت پاکستان کو اپنی اس آئینی وقانونی ذمہ داری کو پورا کرنا چاہئے اور اسے پورا کرنے میں کوئی نرمی نہیں کرنی چاہئے۔

انصاف کے تقاضے پورے کئے جائیں

ان سطور کے تحریر کئے جانے تک حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہید اور حضرت مولانا نذیر احمد تونسوی شہید کی دہشت گردوں کے ہاتھوں شہادت کے واقعہ کو ایک ماہ سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ تا حال قاتلوں کی گرفتاری کے حوالے سے کوئی پیش رفت سامنے نہیں آئی۔ غالباً حکومت قاتلوں کی گرفتاری کے سلسلے میں سنجیدہ نہیں ہے ورنہ یہ ناممکن ہے کہ قاتل شہر میں دندناتے پھرتے رہیں اور حکومت انہیں گرفتار نہ کر سکے۔ یہ قاتل نئے نہیں۔ یہ وہی قاتل ہیں جنہوں نے پہلے شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کیا۔ بعد ازاں حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی رحمۃ اللہ علیہ ان کا نشانہ بنے اور پھر حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہید اور حضرت مولانا نذیر احمد تونسوی شہید کے لہو سے ان قاتلوں نے اپنے ہاتھ رنگے۔ یہ واقعات نہ عام دہشت گردی ہے اور نہ یہ قاتل عام دہشت گرد ہیں۔ ان کا انداز واردات‘ ان کی نشانہ بازی اور ان کی مہارت بہت کچھ سوچنے پر مجبور کرتی ہے۔ عوام الناس نے کھلے بندوں یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ یہ واقعات فرقہ واریت تو کسی صورت نہیں ہو سکتے‘ البتہ ایک خاص گروہ اپنے مفادات کے حصول کیلئے سامراج سے ساز باز کر کے مسلمانوں کا قتل عام کر رہا ہے۔ مسلمانوں کے تمام طبقات آہستہ آہستہ اس گروہ کی مفاد پرستی سے آگاہ ہو کر ایک دوسرے کے قریب آ رہے ہیں اور بہت ممکن ہے کہ جلد ہی فرقہ واریت کے خاتمے اور دہشت گردی کی وارداتوں کو روکنے کیلئے یہ طبقات باہمی تعاون سے کوئی سبیل نکالنے میں کامیاب ہو جائیں۔ لیکن اس مفاد پرست گروہ کی یہ کوشش ہے کہ وہ تمام مکاتب فکر کو ایک دوسرے سے دور کر دے اور انہیں باہم دست و گریبان کر کے خود لیلائے اقتدار کی زلفوں سے کھیلتا رہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہید اور حضرت مولانا نذیر احمد تونسوی شہید کی شہادت نے اس گروہ کے لیلائے اقتدار سے ہم آغوش ہونے والوں سے تعلقات کا پردہ چاک کر دیا ہے اور انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب اس گروہ کے تمام ارا کین خود اپنے جرائم کا اعتراف کرتے نظر آئیں گے۔

اس موقع پر ہم حکومت سے ایک مرتبہ پھر یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا نذیر احمد تونسوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے قاتلوں کو جلد از جلد گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی جائے اور انصاف کے تقاضے پورے کئے جائیں۔ نیز اس سے قبل شہید ہونے والے تمام علمائے کرام کے قاتلوں کو بھی بے نقاب کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ علمائے کرام کی حفاظت کا خاطر خواہ انتظام کیا جائے اور اس فریضہ سے کسی صورت کوتاہی نہ برتی جائے۔

ضروری اعلان

ہفت روزہ ”ختم نبوت“ کے اندرون و بیرون ملک کے تمام قارئین کے نام بقایا جات کی ادائیگی کے سلسلے میں یاد دہانی کے خطوط ارسال کئے جا چکے ہیں۔ جن حضرات کے نام بقایا جات واجب الادا ہیں وہ فوراً اپنی رقم بنام ہفت روزہ ”ختم نبوت“ کراچی بذریعہ منی آرڈر‘ چیک یا ڈرافٹ ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔ پنجاب کے بعض علاقوں سے یہ شکایات موصول ہو رہی ہیں کہ پوسٹ مین اضافی چارج وصول کرتے ہیں جبکہ ہفت روزہ ختم نبوت رجسٹرڈ رسالہ ہے جسے پاکستان پوسٹ آفس کی جانب سے ڈاک کے رعایتی نرخ یعنی ایک روپے کے ڈاک ٹکٹ کی سہولت حاصل ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ رسالہ پر ایک روپے کا ڈاک ٹکٹ لگے ہونے کی صورت میں کسی قسم کا اضافی چارج ڈاکیہ کو ہرگز نہ دیا جائے۔

نوٹ : خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کی وضاحت ضرور فرمائیں۔ (ادارہ)

ترجمہ و تفسیر قرآن

مولانا عبداللہ عباس ندوی

قرآن کریم کے ترجموں پر ایک عمومی نظر ڈالنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ لفظاً ترجمہ کا مفہوم متعین کرلیا جائے اور ترجمہ کی کون سی قسم ہے جس کو علمائے سلف نے روا رکھا ہے اور احادیث نبویہ سے اشارے ملتے ہیں کہ بعض الفاظ کا مفہوم کسی دوسرے قبیلہ کی بولی میں سمجھنے کے لئے لفظی ترجمہ کردیا جاتا تھا اور وہ کون سی قسم ہے جس کو علماء نے ناجائز قرار دیا اور قدیم علماء مصر نے ترجمہ کے فن کو ناجائز ہی نہیں بلکہ مترجم کو مشرک اور کافر گردانا ہے۔ پھر آخری شکل جس کا مشاہدہ ہم اپنے زمانے میں کررہے ہیں کہ بلا کسی پس و پیش کے پورے دھڑلے کے ساتھ ترجمے ہورہے ہیں اور کئے جاچکے ہیں اور کوئی جھجک نہیں محسوس کرتا کہ ایک ترجمہ کا اضافہ کردے۔ امام بدرالدین بن محمد بن عبداللہ الزرکشی نے اس موضوع کو سمجھتے ہوئے صحیح بات کہی ہے:

معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ان الفاظ میں مخاطب کیا ہے جن کو وہ سمجھ سکتی تھی' اس لئے ہر پیغمبر کے لئے پیغام صرف اسی زبان میں بھیجا جس کو وہ سمجھتی تھی اور جو کتاب نازل کی وہ انہی کی زبان میں نازل کی اور یہی نہیں بلکہ اپنی مخلوق کو بھی یہ سمجھ دی کہ اپنے مخاطب سے وہی زبان بولے جو وہ سمجھ سکتا ہو اور بغیر شرح کے اس کا ادراک کرسکتا ہو۔ جہاں تک شرح کا تعلق ہے اس کا مقصد ایسے معنی کو جو ظاہری لفظ سے سمجھ میں نہ آتا ہو یا مشکل سے آتا ہو اس کو واضح کردینا۔ مثلاً آیت کریمہ: " لا تجعل یدک مغلولة الی عنقک" (سورۂ بنی اسرائیل) کا مطلب ہے بخل نہ کرو' اس کی شرح کی جائے گی کیونکہ جن کی مادری زبان عربی نہیں ہے وہ اس محاورے کو نہیں سمجھ سکتے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ مخاطب کی عقل و فہم کو دیکھ کر متکلم بہت سے پوشیدہ معانی کو قیاسی شروط میں بیان کرتا ہے یا حذف سے کام لیتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ یہ کہیں کہ فلاں گھر میں آگ لگ گئی تو اس کی تفسیر یہ ہوئی کہ گھر کے اندر جو تھا ناپید ہوگیا' راکھ کا ڈھیر بن گیا' لیکن کہنے کی ضرورت نہیں۔ جب آپ نے کہا آگ لگ گئی تو مفہوم ادا ہوگیا۔ اگرچہ ایک لفظ کے معانی تلاش کرنے میں تین قسم کے احتمالات ہیں: مجاز' اشتراک اور التزام' تین قسموں سے الفاظ کے معانی حاصل کئے جاتے ہیں جیسے کتاب کا مطلب وقت مقرر ہے' فرض کردہ عبادت ہے' فیصلۂ الٰہی جیسے آپ کہیں ہر کام کے لئے وقت مقرر ہے' یہ تقریر آپ نے کتاب کے لفظ سے اخذ کیا اور اس کے معنی فیصلہ کے بھی ہیں اور اسی کے معنی توشۂ تقدیر کے بھی ہیں یا مجازاً قرآن نے کہا: "من کان فی ہذہ اعمیٰ فہو فی الآخرة اعمیٰ۔" دنیا میں جس کو کچھ نہیں دکھائی دے گا آخرت میں بھی کچھ نہ دیکھ سکے گا۔ یا یہ کہے کہ سردی پڑرہی ہے کمبل خریدلو مطلب یہ ہے کہ کمبل میں گرمی ہے۔ ترجموں کے ذریعہ انہی قسموں کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

قرآن کریم میں جو الفاظ آئے ہیں وہ مخاطبین اولین کے لئے بالکل واضح اور کھلے ہوئے تھے جن کو قرآن نے کتاب مبین کہا ہے اور متعدد مقامات پر یہ مفہوم مبین' بیان اور بینہ کے بنیادی معانی پیش نظر رکھے ہیں۔ جہاں تک لفظی ترجمے کا تعلق ہے وہ احادیث نبویہ میں اسباب نزول بیان کرنے کے موقع پر اور کسی واقعہ کے ضمن میں بتائے گئے ہیں' لیکن اس کے علاوہ لفظی ترجمہ بھی دیا گیا ہے' صحیح بخاری میں ہے:

"وقال مجاهد المن صمغة والسلوىٰ الطير" یعنی قرآن کریم میں جہاں آیا ہے: "المن والسلویٰ" تو "من" کا ترجمہ ایک قسم کا گوند یا جما ہوا حلوہ ہے اور "سلویٰ" کے معنی ایک پرند' یہ لفظی ترجمہ ہوا۔ قال اهل الكتاب يقرؤون التوراة العبرانية ويفسرونها بالعربية لاهل الاسلام. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تصدقوا اهل الكتاب ولا تكذبوهم.

(وقولوا آمنا بالله وما انزل الينا وما انزل الى ابراهيم واسمٰعيل واسحٰق ويعقوب والاسباط وما اوتى موسىٰ و عيسىٰ وما اوتى النبيون من ربهم لانفرق بين احد منهم ونحن له مسلمون). (البقرہ:۱۳۶)

تو تفسیر وترجمہ کا یہاں بھی ثبوت ملتا ہے کہ عہد رسالت میں اس کا رواج تھا' ڈاکٹر محمد حسین ذہبی نے تفسیر' تاویل' ترجمہ کے متعدد معانی کو ایک بحث میں بڑی خوبی کے ساتھ جمع کر دیا ہے' موضوع کی مناسبت سے ہم اس کو یہاں مختصراً بیان کرتے ہیں۔

تفسیر کا مفہوم:

تفسیر کے معنی وضاحت اور شرح ہے' جیسے ارشاد فرمایا:" ولا یاتونک بمثل الاجئناک بالحق واحسن تفسیراً." (الفرقان:۳۳) یہاں پر تفسیر کے معنی بیان کرنا اور مختصر چیز کو پھیلا کے دکھانا۔ قاموس میں "فسر" کے معنی کسی ڈھکی چیز کو کھول دینا اور کسی پوشیدہ چیز کو واضح کرنا تفسیر ہے۔

لسان العرب میں "فسر" کے معنی شرح ہے' یہ باب ضرب یضرب سے آتا ہے "فسر یفسر" اور نصر ینصر سے آتا ہے۔ معنی ایک ہی ہیں کسی ڈھکی چیز کو کھول دینا اور کسی گرہ کو دور کر دینا۔

ابوحیان نے بحرالمحیط میں لکھا ہے کہ گھوڑے کے اوپر سے کجاوہ اور دوسری بھاری اشیاء کو نکال دینا تاکہ وہ ہلکا ہو کر تیزی سے بھاگ سکے۔ اسی طرح جو باتیں انسان کے دل میں ہے اس کو الفاظ کے ذریعہ کھول دینا۔ لہٰذا حسی طور پر اس لفظ کے معنی ہوئے کھولنا' واضح کرنا' گرہ کشائی کرنا' ایک لفظ کے کئی مفاہیم کو سامنے رکھتے ہوئے حسب حال معنی کو بتانا۔

علم تفسیر:

الزرکشی نے "البرہان" میں لکھا ہے کہ تفسیر وہ علم ہے جس سے کتاب اللہ کو سمجھا جائے اور اس کے معانی کو واضح کیا جائے' اس کی حکمتوں کو بندوں کے سامنے لایا جائے اور جائز ناجائز' حلال وحرام کا تعین کیا جائے۔ جن علماء نے تفسیر کا مفہوم بیان کیا ہے سب ہی کا اشارہ معانی کی طرف ہے۔ لیکن الفاظ کا بھی تفسیر میں بڑا حصہ ہے' خاص طور پر اختلافات قرأت کے موقع پر کیونکہ ایک لفظ ایک جگہ پر کچھ معنی رکھتا ہے' اگر اس کی جگہ دوسری قرأت کو قبول کیا جائے تو معانی بدل جائیں گے جیسے:" وَرأیت ثم رأیت نعیماً وملکا کبیرا" یہاں لفظ ملک کا جو مفہوم ہے' وہ ملک کے مفہوم سے مختلف ہے جیسا کہ بعض قرأت میں آیا ہے:"مَلِکا کبیراً" یا جس طرح "حتی یطھرن" کو بعض لوگوں نے "طھرن" پڑھا ہے۔ دونوں کے مفہوم میں تبدیلی ہو جاتی ہے "حتی یطھرن" کا مطلب ہوا جب وہ خواتین مانع صلاۃ سے فارغ نہ ہو جائیں مردان سے رابطہ ازدواج نہ رکھیں اور اگر "یطھرن" کی قرأت تسلیم کی جائے تو مطلب ہوگا کہ جب تک کہ وہ نہا دھو کر پاک نہ ہو جائیں جو دوران ایام بھی ہوسکتا ہے اسی طرح رسم الخط میں "امن یمشی سویا" کو ملا کر لکھا جائے تو اس کا مفہوم الگ کر کے لکھنے والے "ام من یکون علیہم وکیلا" سے مختلف ہوگا۔ کیونکہ جو لفظ جدا کر دیا گیا وہ "بل" کے معنی میں ہوگا نہ کہ اسم موصول کے معنی میں۔ استاذ محمد حسین ذہبی نے کئی مثالیں اسی طرح کی جمع کی ہیں۔ یہ تمام تعریفات کا حاصل یہ ہے کہ طاقت بشری کے موجب اس معانی کو سمجھا جائے جو اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے' اگرچہ یہ بات بھی علمی لحاظ سے مکمل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ معانی کو کون بتا سکتا ہے؟ ظاہر ہے یہ الفاظ ہی ہیں۔

تفسیر کے بعد تاویل کا لفظ لغت میں بہت معروف ہے اور یہ لفظ "اول" سے ماخوذ ہے' جس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں۔ قاموس میں ہے: "آل الیہ اولا ومالا" یعنی "رجع او ارتد" ابوحیان نے اس لفظ کی تشریح یہ کی ہے کہ "اول الکلام تاویلا وتاولہ" کا مفہوم "دبرہ و قدرہ وفسرہ" ہے اور تاویل مشاہدات کا واضح کرنا۔ حدیث میں آیا ہے: "من صام الدہر فلا صام ولا آل" یہاں پر "لا آل" کا مفہوم "لا رجع" ہے۔ یعنی "لا رجع الی خیر" اس نے کوئی خیر کا کام نہیں کیا' پھر لکھا ہے: واول الکلام وتاولہ دبرہ وقدرہ وفسرہ. "اولہ وتاولہ" کا مطلب فسرہ ہے۔ اس کی دوسرے الفاظ سے بھی تشریح کی گئی ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ مختلف معانی کے لئے استعمال ہوا ہے' کہیں تفسیر وتعیین کے لئے استعمال ہوا ہے:"فاما الذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ماتشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله' وما یعلم تاویله الا الله." (آل عمران:۷) اور کہیں انجام کار اور آخری نتیجہ واضح کرنے کے معنی میں آتا ہے جیسے:"فان تنازعتم فی شیء فردوه الی الله والرسول ان کنتم تومنون بالله والیوم الآخر ذلک خیر واحسن تاویلا." (سورۂ نساء:۵۹) اور سورۂ اعراف میں ہے:"هل ینظرون الا تاویله." اور سورۂ

یونس میں ہے: "بل كذبوا بمالم يحيطوا بعلمه ولما يأتهم تأويله" ان دونوں آیتوں میں تاویل کا مفہوم اس چیز کا یعنی قیامت کا آجانا جس کی خبر دی گئی تھی' اور کہیں خواب کی تعبیر مقصود ہے جیسے سورۂ یوسف میں ہے: "وكذلك يجتبيك ربك ويعلمك من تاويل الاحاديث" (یوسف:۶) یا اسی سورۃ میں یہ کہا گیا: "قال لايأتيكما طعام ترزقانه الا نبأتكما بتاويله." (یوسف:۳۷) مزید: "وما نحن بتاويل الاحلام بعالمين" (یوسف:۴۴) اور "انا انبئكم بتاويله" (یوسف:۴۵) اور ایک جگہ "هذا تاويل رؤياى من قبل" ان تمام آیات میں تاویل کا مفہوم (خواب کی) تعبیر ہے اور کہیں پر یہ لفظ مقصد عمل کا مفہوم رکھتا ہے جیسے: "سانبئك بتاويل مالم تستطع عليه صبراً." (الکہف:۷۸) اور ایک جگہ "ذلك تاويل مالم تسطع عليه صبرا" (الکہف:۸۲) یہ مفاہیم سب قرآن سے ماخوذ ہیں۔

علمائے سلف کے نزدیک تاویل کے دو مفہوم ہیں:

(الف)

(۱)...... کسی بات کی تشریح اور اس کے مفہوم کو واضح کرنا خواہ اس کے ظاہر کے موافق ہو یا مخالف' اسی طرح تاویل وتفسیر آپس میں مرادف ہوئے۔ "الاتقان" میں مجاہد کا قول نقل کیا ہے کہ علماء قرآن کی تاویل جانتے ہیں۔ ابن جریر طبری تفسیر میں کسی آیت کی تفسیر شروع کرتے وقت لکھتے ہیں: "القول في تاويل قوله تعالىٰ كذا وكذا" اور یہ "اختلف التاويل في هذه الآية" یہاں تاویل کا مفہوم تفسیر ہوا۔

(۲)......ایک لفظ کا جو صحیح مفہوم ہے اس کو بیان کیا جائے۔ اسی طرح وجود ذہنی اور وجود معنوی اور وجود حسی کا بیان کرنا اور اس کا مفہوم واضح کرنا تاویل ہے۔

(ب)

۱:......علمائے فقہ' علم کلام' حدیث اور صوفیائے کرام کے نزدیک تاویل مفہوم ظاہری لفظ سے ہٹ کر اس کے معنوی مفہوم کو بیان کرنا جو کسی دلیل کی بنا پر ہو اصول فقہ اور اختلافی مسائل میں اگر کسی نے کہا کہ یہ حدیث ہے اور یہ نص ہے جس کی تاویل کی ضرورت ہے اور فلاں معنی پر اس کا اطلاق ہوگا' یہ تاویل کی ایک نوعیت ہے' اور تاویل ایک دلیل کی طلب گار ہوتی ہے۔ لہٰذا تاویل کرنے والے سے دو باتوں کا مطالبہ ہوتا ہے اول یہ کہ اس لفظ کے مفہوم کو بتائے جس کے ذریعہ سے وہ ایک نکتہ بیان کر رہا ہے اور اس کو تفسیر سمجھ رہا ہے' دوسرے یہ کہ لفظ کے صریح مفہوم کو چھوڑ کر دوسرے لفظ کو اختیار کرنے کا کیا سبب ہوا؟ اس کو واضح کرے۔ بہرحال تفسیر وتاویل کے درمیان فرق اور ان دونوں کے درمیان نسبت اسی عنوان پر علامہ سیوطی نے جو بحث لکھی ہے اس کا خلاصہ زرکشی نے "البرہان" میں دیا ہے۔ یہ حضرات کہتے ہیں کہ علمائے تفسیر کے درمیان اس بات میں اختلاف رہا ہے کہ آیا تفسیر وتاویل ایک ہی چیز ہے یا الگ الگ مفہوم رکھتے ہیں' اور اس کو ایک بہت پیچیدہ مسئلہ قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ ابن حبیب نیشاپوری نے کہا کہ ہمارے زمانے میں ایسے مفسر پیدا ہوگئے ہیں جن سے اگر پوچھا جائے کہ تفسیر و تاویل میں کیا فرق ہے تو بتا نہیں سکیں گے۔ استاد امین خولی نے لکھا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ ان اختلافات کی جڑ یہ ہے کہ قرآن نے لفظ تاویل کا استعمال کیا ہے اور اس کو علمائے اصول فقہ نے خاص مفہوم دے دیا اور علمائے علم کلام نے بھی اپنے نقطہ نظر سے اس کا ایک مفہوم متعین کیا۔ لہٰذا تاویل ایک مستقل صنف ہے' پھر بھی اس سلسلہ میں جو کہا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱:......ابوعبید اور ان کے ساتھ علمائے تفسیر کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ تفسیر اور تاویل ایک ہی لفظ کے دو معنی ہیں یا دونوں مترادف ہیں' قدیم مفسرین کے نزدیک یہ بات تسلیم شدہ تھی۔

۲:...... راغب اصفہانی کہتے ہیں کہ تفسیر تاویل سے زیادہ عام ہے۔ تفسیر الفاظ کی ہوتی ہے اور تاویل معانی کی' جیسے تاویل الرؤیا' خواب کی تعبیر اور تاویل زیادہ تر آسمانی کتابوں کے معانی متعین کرنے کے لئے لوگ بولا کرتے ہیں اور تفسیر زیادہ تر مفرد الفاظ کا مفہوم بتانے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور تاویل زیادہ تر جملوں کی شرح کرتا ہے' اور تفسیر غریب الفاظ کے معنی متعین کرتا ہے' جیسے بحیرہ' سائبہ وصیلہ یا متکلم کے مفہوم کو واضح کرنے کے لئے جیسے: "اقيموا الصلاة وآتوا الزكاة" یہاں پر دونوں شرعی اصطلاحیں ایک خاص مفہوم رکھتی ہیں جو لغت کے اصل مفہوم سے مختلف ہیں یا ایسا کلام جس کا تعلق کسی قصہ یا واقعہ سے ہو اور جب تک کہ وہ پوری صورتحال سامنے نہ ہو مفہوم متعین نہ کیا جاسکتا ہو جیسے: "انما النسيء زيادة في الكفر" اب "نسئی" کا لفظ ایک خاص صورتحال متعین رواج سے متعلق ہے جب تک کہ اس کو سامنے نہ لایا جائے "نسئی" کا مفہوم ادا نہیں ہوگا یا سورۂ بقرہ میں "وليس

البرہان تاتو البیوت من ظھورھا'' اب گھر کے پیچھے سے آنا ایک خاص رواج کی طرف اشارہ کرتا ہے' جب تک کہ اس کا علم نہ ہو اس آیت کی تفسیر نہیں ہوسکتی۔

لیکن تاویل کبھی عمومی معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی خاص معنوں میں جیسے لفظ ''کفر'' سے مراد بالکلیہ انکار ہے اور کہیں اللہ کے پیدا کرنے سے انکار ہے' ایمان کبھی تصدیق مطلق کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی دین حق کے استعمال میں اور کبھی ایسے لفظ کی شرح میں جس کے کئی معنی ہیں' جیسے ''و جـــــد'' تو کبھی محنت' کہیں کوشش اور کہیں فکرمندی اور کہیں مطلق وجود کے معنی میں بولا جاتا ہے۔

فصل دوم: قرآن کی تفسیر عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں:

اس وقت ہم لوگوں کے سامنے یہی موضوع ہے اور اسی کو ترجمہ کہتے ہیں۔ لہٰذا پہلے ہمیں ترجمہ کا مفہوم متعین کرنا ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ اس کی کتنی قسمیں ہوسکتی ہیں اور اس کے بعد دیکھیں گے کہ کون سی قسم قرآن مجید کے سلسلہ میں روا رکھی گئی ہیں۔

لغت میں ترجمہ کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے:

۱:..... بات کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا کہ اصل مفہوم کے لئے جو لفظ استعمال ہوا ہے اس کو بعینہٖ دوسری زبان میں استعمال کرنا اس طرح کہ ایک زبان میں جو لفظ مبتدا ہے' وہ دوسری زبان میں بھی مبتدا رہے' جو یہاں خبر رہے وہ وہاں بھی خبر رہے اور بعینہٖ اس لفظ کا مترادف لفظ استعمال کیا جائے۔

۲:..... دوسرا مفہوم یہ ہے کہ ایک بات کی تشریح کی جائے جیسا کہ ہم تفسیر کے معانی کے سلسلہ میں وضاحت کرچکے ہیں۔ تاج العروس میں لکھا ہے ''الترجمان المفسر للسان'' یعنی ترجمان اس کو کہتے ہیں جو ایک زبان میں کہی ہوئی بات کو دوسری زبان بولنے والوں کے سامنے کھول کر بتادے۔ جوہری نے لکھا ہے کہ ایک زبان سے دوسری زبان میں لفظ کا نقل کردینا ترجمہ ہے۔ اسی طرح ترجمہ کی دو شکلیں ہوئیں: لفظی ترجمہ اور معنوی ترجمہ۔

معنوی ترجمہ کو اردو میں بامحاورہ ترجمہ کہتے ہیں۔ لفظی ترجمہ کا تقاضہ ہے کہ ہر لفظ کی جگہ پر اس کا ہم معنی لفظ لایا جائے اور جو حرف جر یا اسم یا فعل کا جو صیغہ ایک زبان میں ہے' بعینہٖ دوسری زبان میں پیش کیا جائے اور ترجمہ' تفسیر جس کو بامحاورہ ترجمہ اردو میں کہتے ہیں' اس میں اصل کی لفظی رعایت نہیں کی جاتی اور نہ نحوی ترکیب کو منتقل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور تمام معانی جو قرآنی لفظ میں داخل ہیں ان سب مفاہیم کو ترجمہ کی زبان میں منتقل نہ کیا جاسکتا ہے اور نہ کیا جائے۔

قرآن کا لفظی ترجمہ:

اس کی دو شکلیں ہیں ترجمہ بالمثل اور ترجمہ بغیر المثل۔

ترجمہ بالمثل کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی ترتیب بیان (جس کو عربی میں نظم کہتے ہیں) کی رعایت اس درجہ رکھی جائے کہ ہر آیت کا مفہوم ایک جملہ میں نقل کیا جائے۔ مفرد کی جگہ مفرد' جمع کی جگہ جمع' صیغہ مبالغہ کی جگہ کسی لفظ کے اضافہ کے ساتھ اس کے وسیع مفہوم کو بتایا جائے۔ اس طرح کہ ترجمہ قرآن ایک طرح کا قرآن بن جائے اور یہ ناممکن ہے کیونکہ قرآن کا نزول دو بنیادی مقاصد کے لئے ہوا ہے:

۱:..... قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے اور انسان کے لئے اس جیسا کلام لانا ناممکن ہے خواہ جن و انس دونوں اکٹھا ہوکر اس کی کوشش کریں۔

۲:..... لوگوں کو بتلانا کہ ان کی دنیا و آخرت کے لئے کیا بات بہتر ہے اور کیا بات بہتر نہیں ہے۔

تو پہلا مقصد تو ترجمہ سے ظاہر نہیں ہوسکتا کہ قرآن کی جلالت شان بلاغت و بیان کو ترجمہ کے ذریعہ سمجھا نہیں جاسکتا' اور جہاں تک دوسری ضرورت ہے کہ قرآن سے دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کی جائے' یہ ایک زبان سے دوسری زبان میں نقل کیا جاسکتا ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ دنیا میں اربوں کی تعداد میں مسلمان جو عربی زبان نہیں جانتے ہیں' احکام الٰہی سے ترجمہ کے ذریعہ واقف ہوجاتے ہیں۔

لفظی ترجمہ بغیر المثل کا مفہوم یہ ہے کہ ترجمہ کے الفاظ قرآن کریم کے پورے پورے معانی پر صادق آئیں' یہ کام بھی قرآن کے لئے جائز نہیں ہے' کیونکہ اس کا مطلب یہ بھی ہوگا کہ دوسری زبان میں قرآن کو پیش کیا گیا البتہ ترجمہ کی دو شکل جائز اور مباح ہے اور کہیں پر دینی مصلحت کا تقاضا ہے کہ اس سے کام لیا جائے وہ ہے ترجمہ بغیر المثل۔

علماء نے لفظی ترجمہ کو ناجائز قرار دیا اور علماء مصر نے اس پر کفر کا فتویٰ بھی جاری کیا' لیکن اس کی ایک دوسری شکل ظاہر کی گئی کہ قرآن کے جو

معانی تفسیروں میں آئے ہیں ہم ان کا ترجمہ کر رہے ہیں اس لئے کہ قرآن کریم کے الفاظ کے مفاہیم ہمیں عربی ہی سے ملتے ہیں۔ لہٰذا تفسیر میں جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اس کو دوسری زبان میں منتقل کرنا ترجمہ تفسیر یہ کہا جائے گا اور معاصر علمائے تفسیر نے کسی ترجمہ کو ترجمۃ القرآن نہیں کہا ہے بلکہ وہ ترجمہ معانی القرآن کہتے ہیں یعنی قرآن کے جو معانی سلف نے متعین کر دیئے ہیں اس کا ترجمہ اور اس بنا پر جو ترجمہ جہاں کئے گئے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

فصل سوم: قرآن کے ترجمے:

جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا کہ قرآن کا ترجمہ نہیں ہوتا بلکہ قرآن کریم کی تفسیر کا ترجمہ ہوتا ہے اور یہ ترجمہ یورپ کی ایک سو گیارہ زبانوں، ایشیاء کی تیس زبانوں اور دوسرے علاقوں میں دو دو چار چار کئے گئے ہیں جن کی تفصیل ڈاکٹر حمید اللہ نے اپنی فرنچ تفسیر کے مقدمہ میں حرف تہجی کے اعتبار سے مرتب کی ہے، اور اس سے پہلے ۱۳۴۱ھ میں اردو زبان میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام تھا ''القرآن فی کل لسان'' اس کا ذکر انہوں نے کئی جگہ پر کیا ہے۔ مگر اصل کتاب میری نظر سے نہیں گزری، پاکستان کے ایک اردو رسالہ ''سیارہ ڈائجسٹ'' نے ایک قرآن نمبر شائع کیا تھا، اس میں اردو کے تین سو ترجموں کے نام تھے، عام طور پر یہ ترجمے جو ہمارے سامنے ہیں وہ چار قسموں کے ہیں:

۱:...... احادیث سے جو لفظی ترجمہ روایت کئے گئے ہیں ان کی مستقل علیحدہ صنف ہے، جس کو محمد حسین ذہبی نے ''تفسیر القرآن فی الاحادیث النبویہ'' کے طور پر جمع کر دیا ہے جو کوئی بڑا کام نہیں ہے۔ صحاح اور سنن کی کتابیں سامنے رکھ کر باب التفسیر سے حدیثوں کو یکجا کر دیا گیا ہے۔

۲:...... قرآن کریم کی وہ تفسیریں جو یہود و نصاریٰ کے وہ دانشور جو مشرقی علوم کا اپنے آپ کا ماہر کہتے ہیں اور جن کے لئے ہم مستشرقین کا لفظ استعمال کرتے ہیں ان کے ترجمے بھی کم نہیں ہیں اور ان کا مقصد قرآن کو سمجھنے والے عام انسان اور قرآن کے درمیان ایک دیوار کھڑی کرنا ہے تاکہ وہ قرآن کے مفاہیم کو غلط معانی میں قبول کرے، لیکن پورے قرآن کے ساتھ یہ تصرف نہیں ہے، بلکہ بعض آیات میں تصرف اس طرح کیا ہے کہ قرآن کی نافعیت محدود ہو جائے۔ مثال کے طور پر ''رب العالمین'' کا ترجمہ عالم انس، عالم جن اور عالم حیوانات کا رب کیا ہے تاکہ قرآن کریم کو سارے عالم کا اور ہر زمانہ کے لئے نوشتۂ ہدایت نہ سمجھا جائے، یہ ایک مستقل بحث ہے جس کو راقم نے اپنی کتاب ''ترجمات معانی القرآن و تطور فہمہ عند الغرب'' میں آج سے پندرہ سال پہلے مرتب کیا تھا، جس کا چوتھا ایڈیشن رابطہ عالم اسلامی نے شائع کیا ہے۔

موضوع کے لحاظ سے مجھے قرآن مجید کے کسی ایک ترجمہ کو سامنے رکھ کر اس کی خصوصیات بیان کرنا ہے اور اس کے لئے میں حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ کے ترجمے کی کچھ خصوصیات اور چند نمونے پیش کرتا ہوں جو میرے اس مقالہ کا انشاء اللہ حاصل ہوگا۔

حضرت تھانویؒ ترجمہ قرآن میں تفصیلی انداز کے تابع ہیں جو تمام علماء کے نزدیک قابل قبول ہی نہیں بلکہ موجب اجر و ثواب بھی ہے، اور وہ کسی آیت کے ترجمہ کے وقت یا کسی لفظ کے ترجمہ کے وقت پورے قرآن کو اپنے سامنے رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر تمام مترجمین نے ''بقرۃ'' کا ترجمہ یا تو گائے کیا ہے یا بچھڑا۔ مولانا تھانویؒ نے اس کا ترجمہ بیل کیا ہے، کیونکہ آگے اس جانور کی صفت جس کو ذبح کرنے کا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا تھا یہ بتائی گئی ہے: ''لا ذلول تثیر الارض ولا تسقی الحرث'' (وہ نہ تو ہل میں چلا ہوا ہو جس سے زمین جوتی جائے اور نہ اس سے زراعت کی آبپاشی کی جائے) اور یہ کام بیل کا ہو سکتا ہے بچھیا یا گائے کا نہیں۔ دوسرے مترجمین کو یہ نظر آیا کہ بیل ''ثور'' کا ترجمہ ہے نہ کہ بقرہ کا، اس کا جمع ''بقر'' ہے اور تائے وحدت کے اضافہ سے بقرہ ہو گیا ہے، جیسے آیا ہے: ''ان البقر تشابہ علینا'' (کیونکہ ہم کو اس بیل میں قدرے اشتباہ ہے) بیل ایک دوسرے سے یکساں نظر آتے ہیں، حضرت تھانوی کے علاوہ کسی نے بقرہ کا ترجمہ بیل نہیں کیا۔

ایک دوسری آیت ملاحظہ ہو۔ قیامت کے روز جب مخلوق خدا اللہ جل جلالہ کی پیشی میں حاضر ہوں گے تو اس کا پورا کردار کھل کر سامنے آ جائے گا، دنیا میں اس کے کردار کو پوشیدہ رکھنے کی گنجائش ہوتی ہے، گویا کہ اس پر ایک قلعی چڑھی ہوتی ہے قیامت کے روز وہ قلعی کھول دی جائے گی تو صرف اصل تانبہ نظر آئے گا اور قلعی پرانے ہونے کی وجہ سے کھلتی ہے۔ اب ملاحظہ ہو: ''یوم تبلی السرائر'' (جس روز سب کی قلعی کھل جاوے گی) اتنا با محاورہ واضح اصل لفظ کا ترجمان کوئی دوسرا ترجمہ نہیں دیکھا گیا۔ یوں حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ کا ترجمہ ان خصوصیات کا حامل ہے اور اس میں محاورہ کی برجستگی کے ساتھ رعایت

رکھی گئی ہے۔ مثال کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں فرعون نے اپنی سلطنت کے تمام ساحروں کو اکٹھا کیا اور ان ساحروں نے فرعون سے کہا کہ اگر ہم غالب آ گئے تو کیا ہم کو کوئی بڑا انعام ملے گا؟ ''قالوا لفرعون ائن لنا لاجراً ان کنا نحن الغالبین'' (الشعراء:۴۱)

(پھر جب وہ جادوگر فرعون کی پیشی میں آئے) تو فرعون سے کہنے لگے کہ اگر ہم (موسیٰ علیہ السلام پر) غالب آ گئے تو کیا ہم کو کوئی بڑا صلہ (اور انعام) ملے گا؟

اس کے بعد قرآن نے بیان کیا کہ فرعون نے کہا:

''فرعون نے کہا ہاں اور (مزید برآں) تم اس صورت میں (ہمارے) مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے۔'' (الشعراء:۴۲)

''موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ تم کو جو کچھ ڈالنا ہو (میدان میں) ڈالو' سوانہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور کہنے لگے کہ فرعون کے اقبال کی قسم بے شک ہم ہی غالب آویں گے۔'' (الشعراء:۴۳'۴۴)

یہاں پر حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے ''بعزۃ فرعون'' کا ترجمہ جو کیا ہے وہ بہت ہی دیدہ وری' قرآن سے شغف اور دونوں زبانوں سے یکساں واقفیت کا مظہر ہے ساحروں نے کہا کہ ہم فرعون کے اقبال سے ہم ہی غالب آئیں گے۔ یہاں پر ''بعزۃ'' کا ترجمہ ''اقبال'' سے کرنا ایک غیر معمولی جمال لفظی اور معنوی کا حامل ہے۔

دوسرے مترجمین نے ایسے موقع پر ''بعزۃ'' کی ''ب'' کا ترجمہ مدد کیا ہے کہ فرعون کی مدد سے ہم غالب آئیں گے اور کسی نے کہا ہے کہ فرعون کی بڑائی کی قسم ہم غالب آئیں گے' شاہ صاحب نے کہا کہ فرعون کے اقبال سے ہم ہی کامیاب ہوں گے۔ مولانا تھانویؒ نے ''ب'' قسمیہ کا ترجمہ بھی لیا ہے لیکن لفظ قسم کو بھی چھوڑا نہیں ہے۔

غرض یہ کہ حضرت شاہ عبدالقادرؒ کی پیروی کسی نے کی ہے اور تمام لفظی رعایتیں ملحوظ رکھی ہیں اور پورے قرآن کو سامنے رکھتے ہوئے جو مفہوم متعین کیا ہے' اس میں وہ منفرد ہیں' عربی زبان کے ساتھ اردو کا ادبی جمال اور روزمرہ کی بولی کا حق حضرت تھانویؒ نے اس درجہ ملحوظ رکھا ہے کہ متن کی اصل فضا سامنے آ جاتی ہے۔ اب دیکھئے حضرت یوسف علیہ السلام کے ذکر میں جہاں یہ آیا ہے کہ ان کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو اندھے کنویں میں ڈال کر گھر آئے اور اپنے والدین کے سامنے رپورٹ پیش کی:

''کہنے لگے ابا! ہم سب تو آپس میں دوڑنے لگ گئے اور یوسفؑ کو ہم نے اپنی چیز بست کے پاس چھوڑ دیا' پس ایک بھیڑیا ان کو کھا گیا۔'' (یوسف:۱۷)

وہاں وہ کہتے ہیں:

''اور آپ تو ہمارا کاہے کو یقین کرنے لگے گو ہم (کیسے ہی) سچے ہوں۔'' (یوسف:۱۷)

اس طرح کی بے تکلف گفتگو کا ترجمہ آپ پڑھیں گے تو محسوس ہوگا کہ خود قاری اس ماحول میں پہنچ گیا ہے' اور اس کے سامنے یہ ہو رہا ہے' اسی طرح حضرت یوسفؑ کا ایک انتہائی کشمکش کی حالت میں پیچیدہ صورت سے دوچار ہونا ایک طرف ان کی پرہیزگاری' مقام نبوت کی پاکدامنی' صداقت شعاری اور دوسری طرف ایک ناخدا ترس ہاتھوں سے ان کی بے عزتی کا انتظام اس کا صرف ترجمہ سنئے:

''اور دونوں (آگے پیچھے) دروازے کی طرف دوڑے اور اس عورت نے اس کا کرتہ پیچھے سے پھاڑ ڈالا اور دونوں نے اس عورت کے شوہر کو دروازے کے پاس پایا (عورت) بولی جو شخص تیری بیوی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے اس کی سزا بجز اس کے اور کیا ہے کہ وہ جیل خانہ بھیجا جاوے یا اور کوئی دردناک سزا ہو (یوسفؑ نے) کہا یہی مجھ سے اپنا مطلب (نکالنے) کو پھسلاتی تھی اور اس عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے شہادت دی کہ ان کا کرتہ اگر آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور یہ جھوٹے اور اگر ان کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تو عورت جھوٹی اور یہ سچے' سو جب ان کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا کہنے لگا کہ یہ تم عورتوں کی چالاکی ہے۔ بے شک تمہاری چالاکیاں غضب ہی کی ہیں' اے یوسف! اس بات کو جانے دو اور اے عورت! تو اپنے قصور کی معافی مانگ بے شک سرتاسر تو ہی قصوروار ہے۔'' (یوسف:۲۵تا۲۹)

☆☆............☆☆

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ

مولانا محمد اقبال رنگونی

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ فقہ میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی فتویٰ دیتے تھے۔ (الاصابہ در الصحابۃ)

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بہت سادگی پسند تھے اور آپ میں تواضع کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ حضرت سعید بن حسینؒ کہتے ہیں کہ آپ اپنے غلاموں کے درمیان ہوں تو پتہ نہ چلتا تھا کہ آپ ان غلاموں کے آقا ہیں۔ (صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۱۸۹) اور آپ کو فقراء کے ساتھ ایک برتن میں کھاتے ہوئے بھی کوئی تجاب نہ تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے مال میں برکت کی دعا فرمائی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا صدقہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تجارت میں بہت برکت اتاری اور آپ عرب کے مالدار شخص ہوئے ہیں۔ تاہم آپ کو ہمیشہ اس بات کی فکر رہتی تھی کہ کہیں یہ مال ان کے لئے باعث معصیت نہ ہو۔

ایک مرتبہ آپ نے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے کہا کہ امی جان! مجھے اس بات کا بڑا ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں یہ مال مجھے ہلاکت میں نہ اتار دے۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا: اے بیٹے! اللہ کے راستے میں خرچ کرتا رہ۔ (اسد الغابہ ص ۴۷۸) چنانچہ آپ نے ہمیشہ اس پر عمل کیا اور آپ کا مال خدا کے راستے میں خرچ ہوتا رہا اور مخلوق خدا کی ایک بہت بڑی تعداد آپ کے مال سے فیضیاب ہوتی رہی۔

خیرات و صدقات میں آپ بہت آگے آگے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں آپ کا مال تجارت سات سو اونٹوں پر آیا تھا اور پھر آپ نے یہ سارا کا سارا اونٹوں سمیت خدا کی راہ میں دے دیا۔ (اسد الغابہ)

آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اپنا نصف مال چار ہزار صدقہ کر دیا پھر چالیس ہزار صدقہ کیا پھر چالیس ہزار دینار خدا کی راہ میں دیئے پھر پانچ سو گھوڑے دیئے پھر پانچ سو اونٹ خرچ کئے۔ (البدایہ والنہایہ)

ایک مرتبہ آپ نے ایک ہی دن میں تیس غلام آزاد کئے تھے۔ (ایضاً ص ۴۷۶) آپ کی ایک زمین چالیس ہزار دینار میں فروخت ہوئی تو آپ نے یہ ساری رقم راہ خدا میں دے دی۔ (ابن سعد) آپ نے انتقال کے وقت وصیت کی کہ ان کے مال سے سب بدری صحابہؓ کو چار سو دینار دیئے جائیں۔ چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق سب بدری صحابہؓ کو یہ مال دیا گیا حتیٰ کہ حضرت عثمان غنیؓ نے بھی اس سے حصہ پایا۔ (اسد الغابہ)

ابوصیاحؒ کہتے ہیں کہ میں نے طواف کرتے ہوئے ایک آدمی کو یہ دعا کرتے سنا کہ: اے اللہ! مجھے بخل سے بچا، میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ عبدالرحمن بن عوفؓ ہیں۔ (الاستیعاب)

حضرت نوفل بن ایاسؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بہت بہترین ساتھی تھے۔ (ایضاً) کہا جاتا ہے کہ اہل مدینہ پر آپ کے بہت زیادہ احسانات ہیں۔ آپ کے مال سے ان کی حاجتیں پوری ہوتی رہی ہیں۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کثرت سے روزہ رکھتے تھے اور نماز ظہر سے پہلے آپ کا دیر تک نوافل پڑھنا تو سب کو معلوم تھا۔ (اصابہ ج ۲ ص ۱۷۷) آپ طواف میں: "ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔" کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ (آثار الصحابہ ج ۳ ص ۵ بحوالہ الازرقی) آپ جب بھی گھر میں داخل ہوتے تو گھر کے کونوں میں آیت الکرسی بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔ (موسوعۃ آثار الصحابۃ)

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ دیگر صحابہ کرامؓ کی طرح سب غزوات میں برابر شریک رہے اور پوری استقامت و استقلال کے ساتھ میدان جنگ میں جمے رہے۔ غزوۂ بدر میں انہوں نے دو انصاری نوجوانوں (حضرت عفراءؓ کے بیٹوں حضرت معاذؓ اور حضرت معوذؓ) کو ابوجہل کی شناخت کرائی تھی جس سے ان دونوں نے ابوجہل کا کام تمام کر دیا تھا۔

آپ نے غزوۂ احد میں بھی بڑی جرأت کا مظاہرہ کیا تھا۔ آپ کے بدن پر اکیس سے زیادہ زخم آئے تھے۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۴۷۹) اس غزوہ میں آپ کے پاؤں پر سخت ضرب آئی تھی جس کی وجہ سے کر

بھر آپ لنگڑا کر چلا کرتے تھے۔ (سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۳۶۱) اسی طرح آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیگر غزوات میں بھی برابر شریک رہے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن فرمایا کہ عبدالرحمٰن خدا کے فرشتوں کی معیت میں جنگ کر رہے ہیں۔ حارث بن صمۃ انصاری کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا تو حضرت عبدالرحمٰنؓ کی تلاش میں نکلا۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ ان کے سامنے سات لاشیں پڑی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ حضرت! کیا آپ نے ان سب کو قتل کیا ہے؟ آپ نے دو لاشوں کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ ان کو میں نے قتل کیا ہے مگر یہ جو باقی لاشیں ہیں ان کو ان لوگوں نے قتل کیا ہے جن کو میں نے بھی نہیں دیکھا۔ (آثار الصحابۃ ج ۳ ص ۴) حارث کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا کہ خدا کے فرشتے ان کے ہمراہ ہیں۔ (سیرت حلبیہ)

آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کرنے والی پہلی صف میں سے تھے اور زندگی بھر نہ صرف حضرت صدیق اکبرؓ کی تائید واعانت کرتے رہے بلکہ آپ ایک مشیر کی حیثیت سے ان کے قریب قریب رہے ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ آپ سے اہم معاملات میں مشورہ کرتے رہے اور ان کے مشورہ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ نے انہیں اپنی جگہ امیر الحج بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے بڑے بڑے امور کے سلسلے میں جو مجلس مشاورت قائم کی تھی آپ اس مجلس کے سرگرم کارکن تھے۔ حضرت عمرؓ اور دیگر اجلہ صحابہ کرامؓ بھی آپ کے مشوروں کی بہت قدر کرتے تھے اور اکثر آپ کی رائے پر فیصلہ بھی ہوتا تھا۔ شرابی پر اسی کوڑے کی سزا آپ کی رائے کے مطابق ہوئی۔ آپ نے حضرت عمرؓ کے پوچھنے پر فرمایا کہ مفتری کی جو سزا اسلام میں ہے وہی شرابی کے لئے ہونی چاہئے۔ کیونکہ شرابی مفتری علی القرآن ہے، چنانچہ آپ نے اسی کوڑوں کی سزا مقرر فرمائی۔ (موسوعۃ آثار الصحابۃ ج ۳ ص ۴، بحوالہ ابن جریر)

حضرت عمر فاروقؓ نے بھی ایک مرتبہ اپنی جگہ آپ کو امیر الحج بنا کر روانہ فرمایا تھا اور آپ نے حج بیت اللہ کے قافلہ کی قیادت کی تھی۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ نے بھی اپنے دور خلافت میں آپ کو یہ اہم خدمت سپرد کی تھی اور انہوں نے پورے قافلہ کو حج کرایا تھا۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے بعد امت کی رہنمائی کے لئے جن بزرگوں کا انتخاب کیا تھا، آپ اس کے ایک رکن تھے۔ حضرت سعد نے آپ کا نام پیش بھی کیا، لیکن آپ اس کے لئے راضی نہ ہوئے اور حضرت عثمان غنیؓ سے کہا کہ ہاتھ پھیلایئے اور آپ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی، چنانچہ پھر سب کے سب حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ پر بیعت ہوگئے اور آپ مسلمانوں کے خلیفہ کہلائے۔ (صحیح بخاری)

سو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اصابت رائے اور دور اندیشی میں بڑا کمال عطا فرمایا تھا اور خود حضرت عمر فاروقؓ جیسی عبقری شخصیت نے بھی اس کا اعتراف فرمایا ہے۔ (طبری) اور خود حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے دل میں بھی امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی بڑی وقعت و عظمت موجود تھی۔ عراق لشکر کشی کے لئے جب فوج تیار ہوئی تو حضرت عمر فاروقؓ نے اجلہ صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں خود بھی اس لشکر اسلام کے ساتھ جاؤں اور اپنے ساتھ طلحہ، زبیر اور عبدالرحمٰن کو ساتھ لے جاؤں اور بطور نائب کے حضرت علیؓ کو یہاں چھوڑ جاؤں۔ جب اس بات کی خبر اسلامی لشکر کو ملی تو وہ خوشی سے سرشار ہوگئے کہ امیر المومنین بھی ہمارے ساتھ جارہے ہیں، مگر جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے امیر المومنین سے عرض کی کہ حضور! میں آپ کی اس رائے سے متفق نہیں ہوں، آپ کا یہاں رہنا ضروری ہے، اگر اللہ نہ کرے آپ کو اس جنگ میں کچھ ہوگیا یا آپ کے ہوتے ہوئے اس جنگ میں شکست ہوگئی تو اہل اسلام سخت صدمے سے دوچار ہوجائیں گے اور اسلام کا تقریباً خاتمہ ہی ہوجائے گا اور اگر آپ کی غیر موجودگی میں اہل اسلام کے ساتھ کوئی ایسا حادثہ ہوا بھی تو آپ یہاں رہ کر اس کا مقابلہ کرسکیں گے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے دل میں امیر المومنین حضرت عمرؓ کی کس قدر وقعت تھی، آپ انہیں اسلام کا ستون سمجھتے تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ آپؓ کی ذات پر کسی قسم کا کوئی حرف آئے۔

حضرت عثمان غنیؓ سے بیعت لینے سے پہلے آپؓ نے ان سے برسرعام پوچھا تھا کہ کیا آپ اللہ کی کتاب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور شیخینؓ کی سیرت کی اتباع کریں گے؟ آپؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کو سب کے سامنے بلایا، ان کا ہاتھ پکڑا اور پوچھا:

"کیا آپ اللہ کی کتاب، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی سیرت پر بیعت کرتے ہیں؟ حضرت عثمان غنیؓ نے کہا: اے اللہ! گواہ رہنا، میں اس کا اقرار کرتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے مسجد کی چھت کی جانب سر اٹھایا، ان کا ہاتھ حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ میں تھا اور کہا: اے اللہ [illegible] اور گواہ رہ ... اے اللہ سن اور گواہ رہ [illegible] اے اللہ

سن اور گواہ رہ...... اے اللہ! میں نے وہ ذمہ داری جو میری گردن میں پڑی تھی حضرت عثمان غنیؓ کی گردن پر ڈال دی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر لوگ جوق درجوق حضرت عثمان غنیؓ کی بیعت کرنے لگے' حتی کہ منبر کے نیچے ان پر چھا گئے۔"

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے ہاں کتاب و سنت کے ساتھ ساتھ سیرت شیخین بھی قابل تقلید تھی' بلکہ خود حضرت عمر فاروقؓ نے آپ کو بھی اس صف میں شمار کیا اور فرمایا کہ آپ اپنے مقام کو پہچانئے' آئندہ لوگ آپ کی اقتداء کریں گے' آپ کے پیچھے چلیں گے۔ (مسند احمد بن حنبل)

آپؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شروع سے رہے ہیں۔ اس کے باوجود آپ قلیل الروایت ہوئے ہیں۔ آپ سے صرف ۶۵ حدیثیں مروی ہیں۔ کیا کوئی سوچ سکتا ہے کہ آپ کو حدیث سے دلچسپی نہ تھی یا آپ کو حدیث آتی نہ تھی...... لاحول ولا قوۃ الا باللہ! بات یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ خصوصاً اجلہ صحابہ کرامؓ روایت حدیث میں بہت محتاط رویہ اپنائے ہوئے تھے' سو قلیل الحدیث کا معنی قلیل الروایت تو ہو سکتا ہے' یہ نہیں کہ انہیں حدیثیں بہت کم آتی ہوں۔

جب آپ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو آپ رونے لگے' لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت حمزہؓ مجھ سے بہت اچھے لوگ تھے' انہوں نے جب وفات پائی تو ان کے پاس پورے تن ڈھانپنے کے لئے کفن بھی نہ تھا' میں ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھے اس دنیا میں ہی سب کچھ نہ مل گیا ہو اور کل آخرت میں کثرت مال کی وجہ سے پکڑا جاؤں؟ اسی پر رونا آ گیا ہے۔ (ریاض ص ۳۱۵) آپ یہ بات اکثر کہا کرتے تھے۔

آپ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حالت غشی میں دیکھا کہ دو فرشتے آئے اور کہنے لگے کہ اسے لے چلو' تاکہ اس کا حساب کتاب کریں' چنانچہ مجھے لے چلے' اتنے میں ایک فرشتے سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ اسے کہاں لے جا رہے ہو؟ دونوں نے کہا کہ اسے خدا کے پاس حساب کتاب کے لئے لے جا رہے ہیں تو اس نے کہا کہ اسے چھوڑ دو یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے لئے ماں کے پیٹ میں ہی سعادت لکھ دی گئی تھی۔ (مستدرک حاکم در الصحابہ)

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے مسجد نبوی کے آس پاس کئے مکانات تھے' ان میں سے ایک مکان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں کے لئے خاص تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان یہاں ٹھہرتے تھے اور یہ دارالضیفان (مہمان خانہ) کے نام سے مشہور تھا اور اس مکان کے بڑے ہونے کی وجہ سے اسے دار کبریٰ بھی کہتے تھے۔ ولید بن عبدالملک کے دور میں عمر بن عبدالعزیز مدینہ منورہ کے گورنر تھے' آپ نے مسجد نبوی کی توسیع کے لئے یہ مکانات منہدم کر کے مسجد نبوی میں شامل کر لئے۔ (اخبار مدینۃ الرسول ص ۹۹) اس طرح آپ کا یہ مکان مسجد نبوی میں شامل ہوا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کا انتقال ۳۱ ہجری میں ہوا۔ آپ نے ۷۵ سال کی عمر پائی تھی۔ حضرت عثمان غنیؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت علی المرتضیٰؓ نے جنازہ پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے ابن عوف! جائیے' آپ نے دنیا کا صاف پانی پیا اور گدلا چھوڑ دیا۔ حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ آپ کا جنازہ اٹھائے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے: واجبلاہ! آہ! یہ علم و عمل اور فضل و کمال کا پہاڑ بھی چل بسا۔

آپؓ کے مرض الوفات میں حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہلا بھیجا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کے ہمراہ (حجرہ شریف میں) جگہ دی جائے۔ آپ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ میں نے اپنے دوست حضرت عثمان بن مظعون (حضرت عثمان بن مظعونؓ پہلے مہاجر ہیں جنہوں نے سن ۲ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ اخلاص کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے' جب ان کا انتقال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی میت کے پاس آئے اور تین مرتبہ ان کی پیشانی کو بوسہ دیا تھا اور فرمایا تھا کہ تم دنیا سے اس حال میں گئے کہ تمہارا دامن اس سے آلودہ نہ ہونے پایا۔ سب سے پہلے بقیع میں ان کی تدفین عمل میں آئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیمؓ کی تدفین آپ کے قریب ہوئی۔ حضرت عثمان بن مظعونؓ بھی اپنے دوست حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی طرح دور جاہلیت میں بھی شراب سے دور رہے تھے) سے وعدہ کر رکھا تھا کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ دفن ہوں گے اور ہماری قبریں ساتھ ساتھ ہوں گی۔ چنانچہ آپ کی خواہش کے مطابق آپ کو حضرت عثمان بن مظعونؓ کے قریب دفن کیا گیا۔ اس طرح یہ دونوں دوست ساتھ ساتھ آرام فرما ہیں' کچھ وقت کے بعد بعض لوگوں نے آپ کی قبر پر ایک خیمہ بنا لیا' حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جب یہ دیکھا تو فرمایا کہ اسے اکھاڑ لو اس کی کوئی ضرورت نہیں' ان پر ان کا عمل سایہ کرے گا۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عبدالرحمن بن عوف جنتی ہیں اور جنت میں ان کے رفیق اللہ کے جلیل القدر رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆☆..................☆☆

والدین کے حقوق

مشرک والد کے ساتھ حسن سلوک:

سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میرے بارے میں قرآن کریم میں چار آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ میری ماں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کنارہ کشی نہ کروں' وہ کھانا پینا چھوڑے رہے گی۔ تو اس موقع پر آیت نازل ہوئی:

''اور اگر تجھ پر دونوں کسی بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرا جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو ان کا کچھ کہنا نہ ماننا اور دنیا میں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کرنا۔''

(سورۂ لقمان:۱۵)

میں نے ایک تلوار لی جو مجھے بہت پسند آئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے دیدیں اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

''وہ لوگ آپ سے (خاص) غنیموں کا حکم دریافت کرتے ہیں۔''

(سورۂ انفال:۱)

انفال سے مراد یہاں زیادتی کے ہیں' یہ لفظ نفل کی جمع ہے اور مال غنیمت کو بھی نفل کہتے ہیں وہ اصل مقصد سے زیادہ ہوتا ہے مقصد تھا اعلائے کلمۃ اللہ' تو مقصد بھی حاصل ہوا اور ساتھ ساتھ مزید مال غنیمت بھی ملا۔

تیسری آیت جب میں بیمار پڑا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اپنا مال تقسیم کردوں اور نصف مال کے بارے میں وصیت کرجاؤں؟ (کہ کار خیر میں خرچ کیا جائے؟) آپؐ فرمایا: نہیں۔ عرض کیا: تہائی۔ آپؐ خاموش رہے اس کے بعد تہائی مال کی وصیت کرنا جائز قرار پایا (یہ معلوم ہے

حضرت امام بخاریؒ

کہ ہر شخص کو اپنے بعد چھوڑے ہوئے مال پر تصرف کا حق نہیں رہتا' شرعی احکام کے مطابق وہ تقسیم ہوگا اور اگر مرنے والے نے اپنی جائیداد کا بڑا حصہ کسی ایسے شخص کو دیا' جس کو کم ملنا چاہئے تو یہ وصیت ''وصیت جنف'' کہی جاتی ہے البتہ ایک تہائی مال میں وہ وصیت کرسکتا ہے اپنی کسی اولاد یا کسی بیوی کے بارے میں یا کار خیر کے بارے میں)۔

چوتھی آیت یہ کہ میں نے کچھ انصار احباب کے ساتھ شراب پی تو ان میں سے ایک شخص نے میری ناک پر اونٹ کے جبڑے کی ہڈی سے حملہ کیا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو فرمایا کہ شراب حرام ہوگئی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ فرماتی ہیں کہ میری والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آئیں' وہ اس بات کی خواہشمند تھیں کہ میں ان کے ساتھ حسن سلوک کروں۔ تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ ابن عیینہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل فرمائی:

''اور اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑتے۔''

(سورۂ ممتحنہ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک نیم اونی چادر جس پر چند ریشم کے دھاگے تھے' بک رہی تھی حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ! اس کو خرید لیجئے اور جمعہ کے روز پہنا کیجئے اور جس وقت کہ آپ کے پاس آیا کریں (ایسے موقع پر پہن لیا کریں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا لباس وہ پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی

حصہ نہ ہو' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چند لبادے لائے گئے (ہدیہ کے طور پر پیش کیے گئے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے ایک لبادہ حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیا' انہوں نے فرمایا کہ میں کیسے پہن سکتا ہوں اور آپ اس بارے میں کچھ کہہ چکے ہیں' فرمایا: تم کو اس لئے نہیں بھیجا کہ تم پہنو' اس کو تم بیچ سکتے ہو یا کسی کو دے سکتے ہو' حضرت عمرؓ نے اس کو اپنے ایک بھائی کے پاس بھیجا جو مکہ میں تھے اور اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے۔

والدین کو بُرا بھلا نہ کہے:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماں باپ کو بُرا بھلا کہنا' گالی دینا گناہ کبیرہ میں سے ہے' لوگوں نے کہا کہ بھلا کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی اپنے باپ کو گالی دے؟ فرمایا: اگر کسی شخص نے کسی کو گالی دی' اس نے پلٹ کر وہی گالی اس کے ماں باپ کو دے دی (تو بیٹا سبب ہوا اپنے ماں باپ کو گالی دلوانے کا)۔ اصلاح معاشرہ اور حسن ادب کی تعلیم کا یہ حکیمانہ اصول صرف قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

''اور دشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں' پھر وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔''

(سورۃ انعام:۱۰۸)

اسی طرح اگر کسی کو کوئی شخص بُرے لفظ یا بُرے لقب سے یاد کرے تو سننے والا بسا اوقات یہ کہتا ہے کہ یہ بُرائی ہم میں نہیں' تیرے باپ میں ہے' اس طرح لڑکا اپنے باپ کو گالی دلوانے کا سبب ہوا۔

عروہ بن عیاضؒ کہتے ہیں کہ انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے سنا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کبیرہ گناہوں میں یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کو گالی دلوانے کا سبب بنے۔

والدین کی نافرمانی کی سزا:

ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا گناہ جو گناہ کرنے والے کو بہت جلد اپنی لپیٹ میں لے لے اور جس کے ساتھ اس کی سزا آخرت میں بھی دی جائے گی اس میں بغاوت (شرعی حکم سے) اور رشتہ داری کا (یعنی رشتہ داری کا حق ادا نہ کرنا) سے بڑھ کر نہیں ہے۔ قرآن میں آیا ہے:

''اور قرابت دار کو اس کا حق (مالی و غیر مالی) دیتے رہنا اور محتاج اور مسافر کو بھی دیتے رہنا اور (مال کو) بے موقع مت اڑانا۔''

(بنی اسرائیل:۲۶)

عمران ابن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو زنا اور شراب نوشی اور چوری کے بارے میں؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اللہ اور اللہ کے رسولؐ زیادہ جانتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سب فحش گناہوں میں سے ہیں اور ان پر حد جاری کرنے کا حکم ہے اور کیا میں تم کو سخت گناہ کبیرہ کی خبر نہ دوں؟ پھر آپؐ نے فرمایا کہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا' والدین کی نافرمانی کرنا' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت یہ فرمارہے تھے تکیہ کی ٹیک لگائے ہوئے تھے' آپؐ نے وہ تکیہ چھوڑ کر (بڑے اہتمام اور فکر کے ساتھ) فرمایا اور جھوٹ بولنا (دھوکہ دینا)۔

والدین کی دعائیں:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے' وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین دعائیں مستجاب ہیں جو کبھی رد نہیں ہوتیں اور اس کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے وہ یہ ہیں: مظلوم کی بددعا' مسافر کی بددعا اور ماں باپ کی بددعا اولاد کے بارے میں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے' وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ماں کی گود میں کسی نے بات نہیں کی' سوائے عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کے اور صاحب جریج کے (حضرت عیسیٰ اور صاحب جریج دو ایسے ہیں جنہوں نے شیر خوارگی میں گفتگو کی) پوچھا گیا: یا نبی اللہ! یہ صاحب جریج کون ہیں؟ فرمایا: جریج ایک راہب شخص تھا جو اپنے گرجا میں رہا کرتا تھا اور ایک گائے کا چرواہا اس گرجا کے نیچے آکر ٹھہرا کرتا تھا اور گاؤں کی ایک عورت اس چرواہے کے پاس آیا جایا کرتی تھیں تو ایک دن اس راہب کی ماں آئی اور اس نے جریج کو پکارا: اے جریج! اور وہ عبادت کررہا تھا تو جریج نے اپنے دل میں کہا کہ وہ عبادت کررہا ہے اور ماں آچکی ہے تو کس کو ترجیح دے' عبادت کرتا رہے یا چھوڑ کر ماں کی طرف متوجہ ہو تو اس کو خیال ہوا کہ عبادت کو ترجیح دینا چاہئے' پھر اس عورت نے

دوبارہ پکارا' راہب نے پھر اپنے دل میں کہا کہ ماں کی اطاعت کروں یا عبادت کرتا رہوں' اس کا یہی خیال پختہ ہوا کہ عبادت پر قائم رہنا چاہئے' جب تیسری بار بھی اس نے ماں کو جواب نہیں دیا تو اس کی ماں نے کہا کہ جب تک تم جسم فروش عورتوں کا چہرہ نہ دیکھ لو اس وقت تک اللہ تم کو موت نہ دے (یعنی اس کی ماں کو غصہ آیا اور اس نے بددعا دی کہ تم ہماری طرف نہیں دیکھتے ہو تو تم کو مرنے سے پہلے فاحشہ عورت کو دیکھنا پڑے گا) یہ کہہ کر چلی گئی' اس کے بعد وہ عورت جو چرواہے کے پاس آیا جایا کرتی تھی' حاملہ ہوگئی (اور حمل کے دن پورے ہوگئے) تو بادشاہ کے پاس لائی گئی کہ اس کو بچہ پیدا ہوا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کس کا لڑکا ہے؟ اس نے کہا کہ جریج کا' پوچھا جریج کون ہے؟ اس نے کہا: راہب ہے' کہا وہ گرجے والا؟ بولی ہاں' بادشاہ نے کہا کہ اس کے گرجے کو منہدم کردو اور اس کو میرے پاس لاؤ (غلاموں نے) اس کے گرجے کو کلہاڑیوں سے توڑ کر گرادیا اور اس راہب کی گردن میں ایک رسی ڈالی اور لے کر چلے تو طوائفوں کی طرف سے جب گزر ہوا تو وہ ان طوائفوں کو دیکھ کر مسکرایا اور وہ طوائفیں لوگوں کے بیچ میں اس کو دیکھ رہی تھیں' بادشاہ نے کہا کہ یہ عورت کہہ رہی ہے' جریج نے کہا کہ وہ کیا کہتی ہے؟ بادشاہ نے کہا کہ وہ کہہ رہی ہے کہ اس کا لڑکا تمہارے نطفہ سے ہے' جریج نے اس فاحشہ سے پوچھا کہ کیا تمہارا بھی یہی خیال ہے؟ اس نے کہا ہاں! اس نے پوچھا وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا یہ رہا' اس کی گود میں' جریج اس بچہ کے پاس گیا اور پوچھا تیرا باپ کون ہے؟ اس بچہ نے جواب دیا: گائے کا چرواہا۔ بادشاہ نے راہب سے کہا کہ کیا تمہارے گرجے کو سونے سے بنوادوں؟ کہا: نہیں' کہا: چاندی کا بنوادوں؟ کہا: نہیں' پوچھا' پھر کیا بنواؤں' اس نے کہا کہ جس طرح پہلے تھا ویسا ہی بنوادو' اس نے راہب سے پوچھا: پھر تم کس بات پر مسکرائے تھے' کہا: ایک واقعہ پیش آیا' جس کو میں سمجھ گیا' میری ماں کی بددعا لگ گئی' پھر ان کو پورا واقعہ سنایا۔

عیسائی مذہب رکھنے والی (کرسچن) ماں کو اسلام کی دعوت:

ابوکثیرہ اسحیمی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہؓ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میری بات کسی یہودی یا نصرانی جس نے بھی سنی اس نے مجھ کو پسند کیا' میں چاہتا تھا کہ میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دوں' میں نے ان سے کہا تو انہوں نے انکار کیا' میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ان کے لئے دعا فرمادیں۔ میں بھی اپنی ماں کے پاس گیا تو انہوں نے دروازہ بند کررکھا تھا' وہ گھر کے اندر ہی سے کہنے لگیں' ابوہریرہ! میں اسلام لے آئی' تو میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی اور کہا کہ میرے لئے اور میری ماں کے لئے دعا فرمائیے' فرمایا: اے اللہ! اپنے بندے ابوہریرہؓ اور اس کی ماں پر رحم فرما اور ان کو لوگوں کے لئے محبوب بنادے۔

والدین کے انتقال کے بعد حسن سلوک:

حضرت اسید بن علی بن عبید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ ابواسید لوگوں سے بیان کررہے تھے کہ ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ یارسول اللہ! باپ کے انتقال کے بعد اطاعت کا کوئی کام مجھ پر باقی رہ گیا ہے جس کو میں سعادت مندی کے طور پر انجام دوں؟ فرمایا: ہاں چار باتیں ہیں: ایک تو ان لوگوں کے لئے دعا کرنا' ان کے لئے استغفار کرنا' ان کے معاہدوں کو پورا کرنا مثلاً کسی سے قرض یا کوئی معاہدہ یا وعدہ کیا ہے وغیرہ وغیرہ' اور ان کے دوستوں کی عزت کرنا' اور ان کے رشتہ داروں کا لحاظ رکھنا' صلہ رحمی کرنا جو رشتہ داری انہیں کی وجہ سے ہوتی ہو۔ (چچا ماموں وغیرہ سے)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مرنے کے بعد میت کا درجہ بڑھ جاتا ہے' وہ کہتا ہے: اے رب! مجھے یہ نعمت کہاں سے مل گئی؟ تو اس سے کہا جائے گا کہ تمہارے لڑکے نے تمہارے لئے دعائے مغفرت کی۔

محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک رات ابوہریرہؓ کے پاس تھے' تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ! ابوہریرہؓ اور میری ماں کو بخش دے اور ان کو بھی بخش دے جو ان دونوں کے لئے دعائے مغفرت کرے۔ تو محمد بن سیرینؒ نے کہا کہ ہم دونوں کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں تاکہ ہم ابوہریرہؓ کی دعا میں داخل ہوجائیں۔

☆☆............☆☆

دُعا کیوں قبول نہیں ہوتی؟

مشہور بزرگ حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ ایک دن بصرہ کے بازاروں سے گزر رہے تھے' لوگ ان کے پاس جمع ہوگئے اور عرض کیا: ابو اسحٰق! اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ: "ادعونی استجب لکم" (مجھ سے دعا مانگو' تمہاری دعا قبول کروں گا) ہم لوگ بہت دنوں سے دعا کر رہے ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ ہماری دعا قبول نہیں فرماتے۔ جواب میں حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے فرمایا:

"بصرہ کے باشندو! تمہارے دل دس چیزوں کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہیں' پھر تمہاری دعا کیسے قبول ہو؟ (۱) تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا' اس پر ایمان لائے لیکن اس کا حق ادا نہیں کرتے' اس کے احکامات کی خلاف ورزی کرتے ہو' (۲) تم نے اللہ کی کتاب قرآن کریم کو پڑھا اور اس پر عمل نہیں کرتے ہو' (۳) تم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کیا لیکن ان کے چلن (سنتوں) کو نہیں اپناتے ہو' (۴) تم لوگوں نے شیطان سے دشمنی کا دعویٰ تو کیا لیکن چلے اسی کی راہ پر' اس نے تمہاری خواہشات نفسانی کو جدھر پھیرا' ادھر کو چل پڑے' (۵) تم نے جنت میں داخلہ کا دعویٰ تو کیا' لیکن جنت میں لے جانے والے کام نہیں کئے' (۶) جہنم سے بچنے اور نجات کا دعویٰ تو کیا لیکن کام وہ کئے جو جہنم میں لے جانے والے ہیں' (۷) تم نے موت کو یقینی مانتے ہوئے بھی اس کے لئے تیاری نہیں کی' (۸) تم اپنے بھائیوں کے عیوب بیان کرنے میں اتنے منہمک اور ڈوبے ہوئے ہو کہ اپنے عیوب پر نظر ہی نہیں جاتی' اس کا تمہیں احساس تک نہیں ہوتا' (۹) اپنے مالک کی نعمتیں کھاتے ہو

مولانا شمس الحق ندوی

اور اس کا شکر نہیں ادا کرتے' (۱۰) اپنے مردوں کو دفن کرتے رہتے ہو لیکن عبرت نہیں حاصل کرتے کہ دیر سویر ہم کو بھی اسی طرح قبر میں اتارا اور (منوں مٹی کے نیچے) دفن کر دیا جائے گا۔"

اہل بصرہ کے سوال اور حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے جواب کو ہمارے بہت سے قارئین کرام واعظانہ اور خانقاہی باتیں کہہ کر گزر جائیں گے' لیکن ذرا دیر کے لئے ہم اپنی موجودہ زندگی کے لیل ونہار پر غور کریں تو کیا یہ حقیقت روز روشن کی طرح ہمارے سامنے نہ آجائے گی کہ اس وقت مذکورہ بالا باتوں میں سے کون سی بات ہے جو ہماری زندگی میں خون کی طرح نہ دوڑ رہی ہو' غفلت کی انتہا ہوگئی کہ بہت سے لوگ جنازہ کے ساتھ چلتے ہوئے اور قبرستان پہنچ کر بھی ہنسی مذاق کرتے اور دنیا کی زندگی سے متعلق باتوں کا ذکر کرتے رہتے ہیں' جب کہ ہمارے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ آپ ایک جنازہ کے ساتھ قبرستان میں تشریف فرما تھے اور سر جھکائے فکر آخرت میں ڈوبے ہوئے ایک تنکے سے زمین کو کرید رہے تھے۔

ہمارا حال یہ ہے کہ طرح طرح کے حوادث اور بے سان وگمان پیش آنے والے موت کے واقعات ہم کو ہوشیار ومتنبہ نہیں کرتے کہ اپنی زندگی کا جائزہ لیں' ان اعمال کی فکر کریں' جن میں دنیا و آخرت دونوں جگہ کامیابی کی ضمانت دی گئی ہے' جس طرح غذاؤں اور دواؤں میں تاثیر ہوتی ہے' اسی طرح بُرے اور نیک اعمال کی بھی تاثیر ہوتی ہے۔

اس وقت مسلمانوں کے زوال وادبار کے طرح طرح کے اسباب اور وجوہات بیان کئے جاتے ہیں' لیکن وہ تمام بیماریاں جو اوپر حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کی زبانی بیان ہوئیں' ان میں سے کون سی بات ایسی ہے جو اس وقت ہمارے معاشرہ اور سوسائٹی میں نہ پائی جاتی ہو؟ کام تو کئے جائیں خدا کے باغیوں اور منکروں والے اور امید لگائی جائے مومنین صادقین کی نصرت والی۔ یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟ اللہ کی مدد ونصرت کا وعدہ استقامت اور

اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہونے کی عملی زندگی پر ہے' نہ کہ دعوائے اسلام یا نسلی مسلمان ہونے پر۔ پڑھئے کتنے کھلے ہوئے صاف الفاظ میں قرآن کریم نصرت خداوندی کے استحقاق کو بیان کرتا ہے' فرمایا:

''جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار خدا ہے' پھر وہ اس پر قائم رہے' ان پر فرشتے اتریں گے اور کہیں گے کہ نہ خوف کرو اور نہ غمناک ہو۔''

ایمان کے بعد نصرت کے لئے استقامت ضروری ہے' جس کے بارے میں حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے پہلے ہی منبر پر فرمایا:

''تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا' اس پر ایمان لائے' لیکن اس کا حق ادا نہیں کرتے' اس کے احکامات کی خلاف ورزی کرتے ہو۔''

کیا اس وقت مسلمانوں کے عام حالات ایسے ہی نہیں ہیں؟ اب اگر اپنے منعم حقیقی کی نافرمانی اور اپنے ازلی دشمن ابلیس سے دوستی کے جرم عظیم کے اثرات مرتب ہوتے ہیں تو شکایت ہوتی ہے کہ ہم بہرحال مسلمان ہیں' ہم پر بلائیں کیوں نازل ہوتی ہیں؟ ہم ذلت و رسوائی سے کیوں دوچار ہیں؟

کیا اس کی مثال ایسی نہیں ہے کہ ایک شخص شریف اور معزز گھرانے میں پیدا ہوتا ہے' پلتا بڑھتا ہے لیکن اہل خاندان سے بالکل الگ' گھٹیا اور نچلی سطح کے لوگوں کے ساتھ رہتا ہے' انہیں جیسا چلن اپناتا ہے' ادھر ادھر انہیں بازاری لوگوں کے ساتھ پھرتا ہے' کبھی رکشے والوں کے ساتھ بیٹھا بیڑی پی رہا ہے' کبھی دارو خانہ (شراب خانہ) میں انہیں گندے اور الجھے ہوئے بالوں والے لوگوں کے ساتھ بیٹھا دارو (شراب) پی رہا ہے بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے' اس کی ان حرکتوں کی وجہ سے گھر' گاؤں کے لوگ بھی اس کو حقیر و ذلیل سمجھتے اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں' دوسرے شرفاء بھی اس کو اچکوں اور بیہودہ لوگوں میں شمار کرتے ہیں اور اس کے ساتھ توہین و تذلیل کا برتاؤ کرتے ہیں' اپنی مجلسوں میں بیٹھنے نہیں دیتے' اس کے بعد یہ شخص ہر جگہ شکوہ کرتا پھرتا ہے کہ میں اتنے بڑے معزز' رئیس اور شریف گھر کا لڑکا ہوں' پھر لوگ ہم کو ذلیل کیوں سمجھتے ہیں؟ ہماری عزت کیوں نہیں کی جاتی؟ حد یہ ہے کہ محلّہ کے لڑکے بھی ہم کو منہ چڑاتے اور مذاق اڑاتے ہیں' کبھی جب دارو خانہ سے نکلتا ہوں تو مجھے جھومتا دیکھ کر بچے ڈھیلوں اور کنکریوں سے استقبال کرتے ہیں' یہ کتنی ناانصافی کی بات ہے کہ ایک معزز گھرانے کے آدمی کے ساتھ یہ برتاؤ کیا جائے' معلوم ہوا کہ عزت و احترام کے لئے معزز و شریف گھرانے کا ہونا کافی نہیں' شریفوں اور رئیسوں والا کردار بھی اپنانا ضروری ہے' صرف نسل و خاندان کی بلندی عزت نہیں دے سکتی' جب واقعہ یہ ہے تو پھر حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کا اہل بصرہ سے کہنا کہ تم نے اپنے کو دعا قبول ہونے کے لائق رکھا کب ہے جو دعا قبول ہو (بالکل درست ہے)

کیا اس وقت مسلمانوں کا عام حال یہی نہیں ہے؟ پھر کیا شکوہ کہ ہم رسوائے زمانہ ہیں' اقبال نے اپنی نظم شکوہ میں انہیں احساسات کی ترجمانی کی تھی' جب شکوہ پڑھا گیا تو دینی حلقہ میں ہلچل مچی' پھر شکوہ کا جواب آیا' جس نے حقیقت حال کی تصویر کشی کی کہ مسلمان چونکیں اور بیدار ہوں لیکن......

شکوہ اور جواب شکوہ کے چند شعر پڑھیں اور سوچیں۔

شکوہ:

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر
کہیں مسجود تھے پتھر کہیں معبود شجر
خوگر پیکر محسوس تھی انساں کی نظر
مانتا پھر کوئی ان دیکھے خدا کو کیونکر
تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا
قوت بازوئے مسلم نے کیا کام ترا
امتیں اور بھی ہیں' ان میں گناہگار بھی ہیں
عجز والے بھی ہیں مست مئے پندار بھی ہیں
ان میں کاہل بھی ہیں' غافل بھی ہیں ہوشیار بھی ہیں
سینکڑوں ہیں کہ ترے نام سے بیزار بھی ہیں
رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

جواب شکوہ:

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں
بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں
تھا براہیمؑ پدر اور پسر آزر ہیں

☆......☆

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذب باہم جو نہیں محفل انجم بھی نہیں
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعار اغیار
ہوگئی کس کی نگہ طرز سلف سے بیزار
قلب میں سوز نہیں' روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں

☆☆..........☆☆

اصلاح نفس

مولانا شاہ ابرار الحق

علم حاصل کرنے کا طریقہ:

صحیح علم حاصل کرنے کا حسب ذیل طریقہ ہے:

(۱) الف:...... جو لوگ پڑھے ہوئے ہیں وہ معتبر کتابیں دینی علماء سے پوچھ کر دیکھا کریں' مثلاً: بہشتی زیور' تعلیم الدین' تعلیم الاسلام' حقوق الاسلام' حکایات صحابہؓ' ایک منٹ کا مدرسہ' حیات المسلمین' جزاء الاعمال' جہاں سمجھ میں نہ آئے نشان لگادے اور اس جگہ کو کسی عالم سے پوچھ لے۔

ب:...... جو علم حاصل ہو اس کو مسجد یا بیٹھک میں کتاب سے سنا دے۔

ج:...... اپنے گھر کی عورتوں اور بچوں کو بھی بتلا دے۔

د:...... جنہوں نے مسجد میں سنا ہے وہ اس کو دھیان میں چڑھا کر گھر والوں کو سنا دیں۔

ھ:...... جو کام کرنا ہو اس کا شرعی حکم معلوم کریں' بستی یا قرب وجوار میں اگر کوئی عالم نہ ہو تو ایسے حالات کو لکھ کر ان کا حکم شرعی معلوم کرلیا کریں' اس طرح بہت سے مسئلے معلوم ہو سکتے ہیں۔

(۲) جو لوگ ان پڑھ ہیں وہ کسی مناسب شخص کو اپنے یہاں رکھ لیں کہ وہ دینی کتابیں سنا دیا کرے' جس طرح پانی کی ضرورت کے لئے کنوئیں گاؤں اور بستی میں بناتے ہیں اسی طرح دینی کنواں یعنی کسی اہل علم کا نظم کریں۔ (تفصیل اشرف النظام میں دیکھئے)

عمل نہ ہونے کی وجہ:

عمل نہ ہونے کی وجہ روحانی طاقت کی کمی ہے' جس طرح انسان کسی مسجد کا راستہ جانتا ہے مگر جسمانی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے نماز کے لئے مسجد نہیں جا پاتا' اسی طرح دینی باتیں جاننے کے باوجود عمل نہیں کر پاتا' دینی (روحانی) طاقت نہ ہونے کی وجہ سے۔

عمل کی طاقت کس طرح پیدا ہوتی ہے؟:

عمل کی طاقت پیدا ہوتی ہے محبت یا ڈر کی وجہ سے اس کو حضرت خواجہ عزیز الحسنؒ نے اپنے کلام میں فرمایا ہے:

ہو اگر وقت سحر قصد شکار
رات بھر رہتا ہے تجھ کو انتظار
آنکھ کھل جاتی ہے خود بار بار
اور نماز فجر کا پڑھنا ہے بار

ڈر کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص سردی کی وجہ سے گھر سے نہیں نکلتا مگر حاکم کی طلبی پر فوراً حاضری دیتا ہے' خوف وڈر کی وجہ سے عمل ہوتا ہے' مشقت کے ساتھ اور محبت کی وجہ سے عمل ہوتا ہے شوق و رغبت کے ساتھ۔

اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھانے کا طریقہ:

اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھانے کا طریقہ یہ ہے کہ:

(الف) اللہ تعالیٰ کے انعامات سوچے مثلاً انسان بنایا' پھر کھانے پینے رہنے سہنے کا انتظام کیا کہ لاکھوں کو میسر نہیں' پھر ایمان کی نعمت دی' اس کے ساتھ ساتھ دیگر اعمال صالحہ کی اور جسم کے اعضاء کی صحت عطا فرمائی۔

(ب) کوئی وقت مقرر کرکے سو مرتبہ کلمہ طیبہ اور سو مرتبہ استغفار اور سو مرتبہ درود شریف پڑھا کرے' اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھے اور اسی نیت کے ساتھ سبحان اللہ' الحمد للہ' اللہ اکبر متفرق اوقات میں بلا کسی گنتی کی پابندی کے پڑھے۔

(ج) جو کوئی کام دینی کام کرے تو یہ نیت رکھے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھے مثلاً وضو کرنے' سلام کرنے کے وقت ایسی نیت رکھے۔

(د) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کا مطالعہ رکھے' اسی طرح صحابہ کرام کے حالات اور بزرگان دین کی سیرت وحالات کو پڑھا کرے۔

(ھ) کسی اللہ والے کی صحبت اختیار کرے اور ان سے خط وکتابت رکھے۔

اللہ کا خوف پیدا کرنے کے لئے عمل:

(۱) مرنے کو سوچے کہ آخرت کے لئے کیا تیاری کی ہے' وہاں کیا کیا اعمال کام آئیں گے؟

(۲) اللہ تعالیٰ کے قید خانہ یعنی جہنم کے حالات کو معلوم کرے اور سوچے کہ فرائض کے چھوڑنے اور ناجائز کاموں کے کرنے والے کے لئے یہ سزا ہے' جہنم کا بچھو سانپ کسی کو ڈس لے تو تیس سال تک زہر کا اثر نہیں اترتا ہے' اہل شرک کے لئے آگ کا ہلکا عذاب جہنم کا یہ ہے کہ آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے' جن کی گرمی سے دماغ مثل ہانڈی کے کھولے گا' لہٰذا ایسے اعمال سے اہتمام سے بچے جو کفر و شرک تک پہنچانے والے ہیں۔

(۳) اور کسی اللہ والے کی صحبت اختیار کرے۔

ان امور پر عمل کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ ہر مومن ولی بن سکتا ہے' ہر مسلمان ان امور کا اہتمام کرے تو صلاح و فلاح دارین حاصل ہوگی انشاء اللہ۔

اور آج کل کے حالات خاصہ کے لحاظ سے حسب ذیل امور کا بھی بہت زیادہ اہتمام رکھا جاوے۔

(۱) پنج وقتہ نماز باجماعت کا اہتمام خصوصاً فجر کی نماز باجماعت'

(۲) فرائض کے بعد یا اور کسی وقت دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اپنی اصلاح اور امت کی اصلاح نیز مسلمانوں کو امن وچین کی زندگی حاصل ہونے کے لئے رو رو کر دعا کرنا' اگر رونا نہ آئے تو رونے کی شکل بنالے'

(۳) سورۂ اخلاص (قل ھو اللہ احد شریف) سورۂ فلق' سورۂ ناس تین تین مرتبہ فجر و مغرب کے بعد پڑھنا'

(۴) ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام جن کو مجملاً دعوۃ الحق ہردوئی کی طرف سے شائع کیا گیا ہے اور تفصیل سے حیاۃ المسلمین' جزاء الاعمال میں موجود ہیں' یہ کتابیں حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کی ہیں'

(۵) حکایات صحابہؓ جو کہ قطب عالم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب علیہ الرحمۃ کی ہے اس کو پڑھیں'

(۶) کسی خاص امر اور مشکل کام میں اپنے بزرگوں اور علمائے کرام کی طرف رجوع ہونا اور ان سے مشورہ کرنا'

(۷) اگر کوئی ظلم کرے تو بہتر یہ ہے کہ معاف کردے اور صبر کرے' اگر بدلہ ہی لینا چاہتا ہے تو وہ بھی جائز ہے مگر ظلم کا بدلہ لینے میں ظلم ہے یا کسی نے کسی کے بھائی کو مارا پیٹا تو اس کے بھائی کو مارنا پیٹنا ظلم ہے نیز ظلم کا بدلہ لینے کی صورت کو اہل علم سے پوچھ کر اس پر عمل کرے'

(۸) اپنی حفاظت اور بقا کے جو ظاہری اسباب ہیں قانون شریعت اور قانون حکومت کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کو اختیار کرے'

(۹) حقوق الاسلام کو ہر شخص اچھی طرح توجہ سے پڑھے یا سنے اور اس پر عمل کرے' پڑوسیوں کے حقوق کا خاص خیال رکھیں بالخصوص اگر کوئی پڑوسی غیر مسلم ہو۔ حدیث پاک میں ہے اعلیٰ درجہ کا مسلمان وہ ہے جس سے کسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے' روایت کیا اس کو امام مسلم نے۔

(۱۰) ہر نماز کے وقت اپنے اعمال کا محاسبہ یعنی جانچ کرے کہ نیک کام کس قدر ہوئے اور ان پر شکر کرے نیز یہ بھی سوچے کہ بُرے کام کتنے ہوئے؟ ان کے لئے استغفار کرے اور توبہ کرے' توبہ کا طریقہ جاننے والے سے پوچھ لے۔

(۱۱) بُری باتوں سے روک ٹوک کے لئے بھی جماعتی محنت میں لگنا چاہئے' تفصیل ہماری تباہی اور اس کا حل میں دیکھئے۔

(۱۲) حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کو لائق نہیں کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے' عرض کیا گیا یارسول اللہؐ اس سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: نفس کو ذلیل نہ کرنا یہ ہے کہ جس کو بلا کو سہار نہ کرسکے اس کا سامنا کرے۔ (ترمذی)

فائدہ: تمام وہ کام آگئے جو اپنے قابو کے نہ ہوں بلکہ اگر کسی مخالف کی طرف سے بھی کوئی شورش ظاہر ہو تو حکام کے ذریعہ سے اس کی مدافعت کروا خواہ وہ خود انتظام کردے خواہ تم کو انتقام کی اجازت دے دیں' اور اگر خود حکام ہی کی طرف سے ناگوار واقعہ پیش آوے تو تہذیب سے اپنی تکلیف کی اطلاع کردو اور پھر بھی حسب مرضی انتظام نہ ہو تو صبر کرو اور عمل سے یا زبان سے یا قلم سے مقابلہ مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ تمہاری مصیبت دور ہو اور اگر کہیں ظالم لوگ چھوڑ دینے پر نہ مانیں اور جان ہی لینے پر آمادہ ہوں تو مسلمانوں کو مقابلے پر مضبوط ہو جانا ہر حال میں فرض ہے گو کمزور ہی ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ حتی الامکان فتنہ وفساد کو امن کے ساتھ دفع کریں اور جو کوئی اس پر بھی سر ہی ہو جائے تو پھر مرتا کیا نہ کرتا۔ (حیات المسلمین)

گناہ کے نقصانات:

(۱) گناہ کرنے سے دنیا کی رغبت اور آخرت سے وحشت پیدا ہوجاتی ہے'

(۲) گناہ کرنے سے ایک دھبہ لگ جاتا ہے جو توبہ کرنے سے مٹ جاتا ہے ورنہ بڑھتا ہی رہتا ہے'

(۳) گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے'

(۴) گناہ کرنے سے رزق میں کمی آتی ہے'

(۵) گناہ کرنے سے اوقات طاعت کے فائدے ضائع ہوجاتے ہیں'

(۶) گناہ کرنے سے دل کی مضبوطی اور دین کی پختگی جاتی رہتی ہے'

(۷) بے حیائی کے افعال و اعمال سے طاعون اور ایسی نئی نئی بیماریوں میں مبتلا کیا جاتا ہے جو پہلے لوگوں میں نہیں تھیں'

(۸) زکوٰۃ نہ دینے سے بارش میں کمی ہوجاتی ہے'

(۹) ناحق فیصلہ کرنے اور عہد شکنی کرنے پر دشمن کو مسلط کردیا جاتا ہے'

(۱۰) ناپ تول میں کمی کرنے سے قحط و تنگی اور حکام کے ظلم میں مبتلا کیا جاتا ہے'

(۱۱) خیانت کرنے سے دشمن کا رعب ڈال دیا جاتا ہے'

(۱۲) دنیا کی محبت اور موت سے نفرت کرنے پر بزدلی پیدا ہوتی ہے اور دشمن کے دل سے رعب دور کردیا جاتا ہے'

اس لئے اس حالت میں گناہ کے پاس بھی نہ پھٹکنا چاہئے خواہ دل کے گناہ ہوں' خواہ ہاتھ پاؤں کے' خواہ زبان کے پھر خواہ اللہ کے حقوق ہوں' خواہ بندوں کے ہوں لیکن ہر گناہ کی توبہ کا طریقہ الگ ہے' جس کو اہل علم حضرات سے معلوم کرلینا چاہئے'

اللہ تعالیٰ کی ذات رحمٰن و رحیم ہے' کیسا ہی بڑا گناہ ہوتو توبہ کرنے سے اس کو معاف کردیتا ہے۔

گناہ کبیرہ جو بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے:

(۱) حقارت سے کسی پر ہنسنا'

(۲) طعن کرنا'

(۳) برے لقب سے پکارنا'

(۴) بدگمانی کرنا'

(۵) کسی کا عیب تلاش کرنا'

(۶) کسی کی غیبت کرنا'

(۷) بلاوجہ کسی کو برا بھلا کہنا'

(۸) چغلی کہنا'

(۹) تہمت لگانا'

(۱۰) دھوکہ دینا'

(۱۱) عار دلانا'

(۱۲) کسی کے نقصان پر خوش ہونا'

(۱۳) تکبر کرنا'

(۱۴) فخر کرنا'

(۱۵) ضرورت مند کی باوجود قدرت کے مدد نہ کرنا'

(۱۶) کسی کے مال کا نقصان کرنا'

(۱۷) کسی کی آبرو پر صدمہ پہنچانا'

(۱۸) چھوٹوں پر رحم نہ کرنا'

(۱۹) بڑوں کی عزت نہ کرنا'

(۲۰) بھوکوں اور ننگوں کی حیثیت کے موافق مدد نہ کرنا'

(۲۱) کسی دنیوی رنج سے تین دن سے زیادہ بولنا چھوڑ دینا'

(۲۲) کسی جاندار کی تصویر بنانا'

(۲۳) کسی کی زمین پر موروثی کا دعویٰ کرنا'

(۲۴) ہٹے کٹے کا بھیک مانگنا'

(۲۵) داڑھی منڈوانا یا ایک مشت سے کم پر کتروانا'

(۲۶) کافروں اور فاسقوں کا لباس پہننا'

(۲۷) عورتوں کو مردوں کا لباس پہننا'

(۲۸) مردوں کو عورتوں کا لباس پہننا'

(۲۹) بدکاری کرنا'

(۳۰) چوری کرنا'

(۳۱) ڈکیتی ڈالنا'

(۳۲) جھوٹی گواہی دینا'

(۳۳) یتیم کا مال کھانا'

(۳۴) ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور ان کو تکلیف دینا'

(۳۵) بے خطا جان کو قتل کرنا'

(۳۶) جھوٹی قسم کھانا'

(۳۷) رشوت دینا'

(۳۸) رشوت لینا'

(۳۹) رشوت کے معاملہ میں پڑنا'

(۴۰) شراب پینا'

(۴۱) جوا کھیلنا'

(۴۲) ظلم کرنا'

(۴۳) کسی کی کوئی چیز بغیر اجازت لینا'

(۴۴) سود دینا'

(۴۵) سود لینا'

(۴۶) سود لکھنا'

(۴۷) سود پر گواہ بنانا'

(۴۸) جھوٹ بولنا'

(۴۹) امانت میں خیانت کرنا'

(۵۰) وعدہ خلافی کرنا۔ (ماخوذ حیات المسلمین وجزاء الاعمال)

☆☆..........☆☆

مرزا قادیانی

اپنے دعوؤں کی روشنی میں

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ

مستقل تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ

اور یہ کہ وہ احادیث نبویہ پر حاکم ہے جس کو چاہے قبول کرے اور جس کو چاہے ردی کی طرح پھینک دے:

''اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے: ''ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ'' (اعجاز احمدی ص ۷' خزائن ج ۱۹ ص ۱۱۳)

اس عبارت میں نبوت تشریعی کے ساتھ ساتھ یہ بھی دعویٰ ہے کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے مصداق نہیں جو صریح کفر ہے اور کہتا ہے کہ:

''اگر کہو کہ صاحب الشریعت افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک مفتری تو اول تو یہ دعویٰ بے دلیل ہے' خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوائے اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر اور نہی بیان کئے' وہی صاحب شریعت ہو گیا' پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں' کیونکہ میری وحی میں امر بھی اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام: ''قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ذالک ازکیٰ لھم'' یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تئیس برس کی مدت بھی گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔'' (اربعین نمبر ۴ ص ۶' خزائن ج ۱۷ ص ۴۳۵)

پھر لکھتے ہیں:

''چونکہ میری وحی میں امر بھی اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید بھی۔'' (اربعین نمبر ۴ ص ۶' خزائن ج ۱۷ ص ۴۳۵ حاشیہ)

''اور ہم اس کے جواب میں خدا کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعوے کی حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی۔ ہاں! تائیدی طور پر وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔'' (اعجاز احمدی ص ۳۰/۳۱' خزائن ج ۱۹ ص ۱۴۰)

اپنے لئے دس لاکھ معجزات کا دعویٰ

''اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشانات ظاہر کئے جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔'' (تتمہ حقیقت الوحی ص ۶۸' خزائن ج ۲۲ ص ۵۰۳)

اور براہین احمدیہ حصہ پنجم میں:

'' دس لاکھ تعداد معجزات شمار کی ہے۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۵۸' خزائن ج ۲۱ ص ۷۵)

تمام انبیاء سابقین سے افضل ہونے کا دعویٰ اور سب کی توہین:

''بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس نے اس قدر معجزات کا دریا رواں کر دیا ہے کہ باستثناء ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں ان

کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر محال ہے اور خدا نے اپنی حجت پوری کردی ہے' اب چاہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے۔'' (تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۳۶' خزائن ج ۲۲ ص ۵۷۴)

آدم علیہ السلام ہونے کا دعویٰ:

خدا تعالیٰ نے ان کو اس کلام میں آدم علیہ السلام قرار دیا ہے: ''یا آدم اسکن انت وزوجک الجنة.'' (اربعین نمبر ۳ ص ۲۳' روحانی خزائن ج ۱۷' ص ۴۱۰'۴۱۱)

ابراہیم علیہ السلام ہونے کا دعویٰ:

آیت: ''واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی'' اس کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب امت محمدیہ میں بہت فرقے ہوجائیں گے' تب آخر زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا اور ان سب فرقوں میں وہ فرقہ نجات پائے گا کہ اس ابراہیم کا پیرو ہوگا۔ (اربعین نمبر ۳ ص ۳۲' خزائن ج ۱۷ ص ۴۲۱)

نوح، یعقوب، موسیٰ، داؤد، شیث، یوسف، اسحٰق، یحییٰ، اسمٰعیل علیہم السلام ہونے کا دعویٰ:

''میں آدم ہوں' میں شیث ہوں' میں نوح ہوں' میں ابراہیم ہوں' میں اسحٰق ہوں' میں اسمٰعیل ہوں' میں یعقوب ہوں' میں یوسف ہوں' میں موسیٰ ہوں' میں داؤد ہوں' میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا مظہر اتم ہوں۔ یعنی ظلی طور پر میں محمد اور احمد ہوں۔'' (حاشیہ حقیقت الوحی ص ۷۲' خزائن ج ۲۲ ص ۷۶)

عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہونے کا دعویٰ:

''اس خدا کی تعریف جس نے تجھے مسیح بن مریم بنایا۔'' (حاشیہ حقیقت الوحی ص ۷۲' خزائن ج ۲۲ ص ۷۵) یہ دعویٰ تقریباً سب ہی کتابوں میں موجود ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونے کا دعویٰ اور ان کو مغلظات' بازاری گالیاں:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص ۲۰' خزائن ج ۱۸ ص ۲۴۰)

''خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میری جان ہے اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کرسکتا ہوں ہرگز نہ کرسکتا۔ اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہورہے ہیں ہرگز نہ دکھلاسکتا۔'' (حقیقت الوحی ص ۱۴۸' خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۲)

''آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے، تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار کسبی عورتیں تھیں، جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔'' (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۷، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱)

''پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیشگوئی کیوں نام رکھا۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص ۴، خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۸)

''یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔'' (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۵، خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۸)

نوح علیہ السلام سے افضل ہونے کا دعویٰ:

''اور خدائے تعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح علیہ السلام کے زمانہ میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے۔'' (تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۳۷' خزائن ج ۲۲ ص ۵۷۵)

مریم علیہ السلام ہونے کا دعویٰ:

''پہلے خدا نے میرا نام مریم رکھا اور بعد اس کے ظاہر کیا کہ اس مریم میں خدا کی طرف سے روح پھونکی گئی اور پھر فرمایا کہ روح پھونکنے کے بعد مریمی مرتبہ عیسوی مرتبہ کی طرف منتقل ہوگیا اور اس طرح مریم سے عیسیٰ پیدا ہوکر ابن مریم کہلایا۔'' (حاشیہ حقیقت الوحی ص ۷۲' روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۷۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برابری کا دعویٰ:

''یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہوکر اور اس نام محمد واحمد سے مسمّٰی ہوکر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی۔''

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۷' روحانی خزائن ج ۱۸ص ۲۱۱)

بار ہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت:''وآخرین منھم لما یلحقوبھم'' بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں۔(ایک غلطی کا ازالہ ص ۸' خزائن ج ۱۸ص ۲۱۲)

اکثر ان اوصاف کو اپنے لئے ثابت کیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضلیت کا دعویٰ:

''ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد صرف تین ہزار لکھی ہے۔'' (تحفہ گولڑویہ ص ۴۰' روحانی خزائن ج ۱۷ص ۱۵۳) اور اپنے معجزات کی تعداد براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۵۶' خزائن جلد ۲۱صفحہ ۷۲ پر دس لاکھ بتلائی ہے:''لہ خسف القمر المنیر وان لی غسا القمران المشرقان اتنکرو.'' اس کے لئے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا۔ اب کیا تو انکار کرے گا۔'' (اعجاز احمدی ص ۷۱' روحانی خزائن ج ۱۹ص ۱۸۳) اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر افضلیت کے دعوے کے ساتھ معجزہ شق القمر کا انکار اور توہین بھی ہے۔

میکائیل علیہ السلام ہونے کا دعویٰ:

''اور دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے۔'' (حاشیہ اربعین نمبر ۳ ص ۲۵' خزائن ج ۱۷ص ۴۱۳)

خدا کی مثل ہونے کا دعویٰ:

''اور عبرانی میں لفظی معنے میکائیل کے ہیں خدا کے مانند۔'' (حاشیہ اربعین نمبر ۳ص ۲۵' خزائن ج ۱۷ص ۴۱۳)

اپنے بیٹے کا خدا کی مثل ہونے کا دعویٰ:

''انا نبشرک بغلام مظھر الحق العلی کان اللہ نزل من السماء.'' (استفتاء ص ۸۵' خزائن ج ۲۲ص ۷۱۲)

خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ:

''انت منی بمنزلة اولادی.'' (حاشیہ اربعین نمبر ۴ ص ۱۹' خزائن ج ۱۷ص ۴۵۲)

اپنے اندر خدا کے اتر آنے کا دعویٰ:

''آپ کو الہام ہوا:''آوا ہن'' جس کی تفسیر خود ہی یہ کرتے ہیں کہ''خدا تیرے اندر اتر آیا۔'' (کتاب البریہ ص ۷۲' خزائن ج ۱۳ص ۱۰۲)

خود خدا ہونا بحالت کشف اور زمین وآسمان پیدا کرنا:

''اور میں نے اپنے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں (پھر کہتا ہے) اور اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے۔ (پھر کہتا ہے) اور اس حالت میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں تو میں نے پہلے تو آسمان وزمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا۔ جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی' پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب وتفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں' پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا:''انا زینا السماء الدنیا بمصابیح'' پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے' پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہوگئی اور میری زبان پر جاری ہوا: ''اردت ان استخلف فخلقت آدم انا خلقنا الانسان فی احسن تقویم'' یہ الہامات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پر ظاہر ہوئے۔'' (کتاب البریہ ص ۸۵ تا ۸۷' خزائن ج ۱۳ص ۱۰۳ تا ۱۰۵' آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴' خزائن ج ۵ص ایضاً)

مرزا قادیانی میں حیض کا خون ہونا اور پھر اس کا بچہ ہونا:

''منشی الٰہی بخش کی نسبت یہ الہام ہوا' یہ لوگ خون حیض تجھ میں دیکھنا چاہتے ہیں' یعنی ناپاکی پلیدی اور خباثت کی تلاش میں ہیں اور خدا چاہتا ہے کہ جو اپنی متواتر نعمتیں جو تیرے پر ہیں دکھلائے اور خون حیض سے تجھے کیونکر مشابہت ہو اور وہ کہاں تجھ میں باقی ہے۔ پاک تغیرات نے اس خون کو خوبصورت لڑکا بنادیا اور وہ لڑکا جو اس خون سے بنا میرے ہاتھ سے پیدا ہو۔'' (حاشیہ اربعین نمبر ۴ ص ۱۹' خزائن ج ۱۷ص ۴۵۲)

حاملہ ہونا:

عبارت مذکورہ۔(کشتی نوح ص ۴۷' روحانی خزائن ج ۱۹ص ۵۰)

☆......حجر اسود ہونے کا دعویٰ:

الہام یہ ہے کہ:

"یکے پائے من مے بوسید
من میگفتم کہ حجر اسود منم"

(حاشیہ اربعین نمبر ۴ص ۱۵' روحانی خزائن ج ۱۷ص ۴۴۵)

بیت اللہ ہونے کا دعویٰ

"خدا نے اپنے الہامات میں میرا نام بیت اللہ بھی رکھا ہے۔" (حاشیہ اربعین نمبر ۴ص ۱۵' خزائن ج ۱۷ص ۴۴۵)

سلمان ہونے کا دعویٰ:

الہام ہوا:"انت سلمان منی یاذ البرکات۔" (تذکرہ ص ۶۰۳)

کرشن ہونے کا دعویٰ:

"آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں' وہ کرشن میں ہی ہوں۔" (تتمہ حقیقت الوحی ص ۸۵' خزائن ج ۲۲ص ۵۲۱)

آریوں کا بادشاہ ہونے کا دعویٰ:

"اور یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں بلکہ خدا نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو ہی ہے۔ آریوں کا بادشاہ۔" (تتمہ حقیقت الوحی ص ۸۵' خزائن ج ۲۲ص ۵۲۲)

نبی اور عیسیٰ تو اپنی زبانی بن گیا مگر بادشاہت میں زبانی جمع خرچ سے کام نہیں چلتا۔ اس لئے پھر کہا کہ بادشاہت سے مراد آسمانی بادشاہت ہے۔

☆☆............☆☆

ہمارے دم قدم سے ہے خیابانوں میں رعنائی

جانباز مرزا

ہمارا دم غنیمت ہے کہ تم نے زندگی پائی
ہمارے خون کا صدقہ گلستاں میں بہار آئی

بہائیں گے لہو اپنا ہم آزادی کی راہوں میں
خدا شاہد ہے ہم نے دار پر چڑھ کر قسم کھائی

اسی خاطر زمانے کا چلن نالاں رہا ہم سے
کہ ہم سے ہو نہیں سکتی زمانے کی پذیرائی

خداوندانِ لندن اس لئے روٹھے رہے ہم سے
درِ باطل پہ ہم سے ہو نہیں سکتی جبہ سائی

فقیروں میں رہے ہیں اور فقیرانہ گزاری ہے
قدم لیتی رہی گرچہ زمانے کی شہنشاہی

ہمارے راستہ میں قفس کی یہ تتلیاں کیا ہیں
جہاں دار و رسن ہیں ہم اسی منزل کے ہیں راہی

ہمیں جانباز رونق ہیں تمہارے آستانے کی
ہمارے دم قدم سے ہے خیابانوں میں رعنائی

عالمی خبروں پر ایک نظر

حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان اور مولانا نذیر احمد تونسوی شہید کے قاتلوں کو بے نقاب کر کے سزائے موت دی جائے: علماء

گمبٹ (پ ر) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ایک پروگرام جامع مسجد رحمانی میں منعقد ہوا جس کی صدارت امیر عبدالواحد بروہی صاحب نے کی۔ پروگرام کے مہمان خصوصی حضرت مولانا ابو طلحہ محمد راشد مدنی تھے۔ انہوں نے عنوان ختم نبوت پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ نبوت و رسالت کا روشن سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ختم ہوا، گویا سب سے پہلے نبی آدم علیہ السلام اور سب سے آخری نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ قرآن و سنت کی روشنی میں اس عقیدہ کو عقیدۂ ختم نبوت کہا جاتا ہے۔ یہ عقیدہ دین اسلام کی بنیاد اور ایمان کی روح ہے۔ قادیانیت پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ قادیانیت برطانوی سامراج کا پیدا کردہ اسلام دشمن سیاسی و سازشی فتنہ ہے جس کو مرزا قادیانی نے مذہبی روپ دیا۔ مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد کو مٹانے کی خطرناک سازش فرنگی کے اشارہ پر تیار کی گئی۔ قادیانیت انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے۔ قادیانیت ملت اسلامیہ کے لئے ایک ناسور اور ایمان کے لئے زہر قاتل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کا مفہوم یہ ہے کہ جو کسی سے محبت کرتا ہوگا قیامت کے روز اسی کے ساتھ ہوگا۔ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں معلوم نہیں موت کب آئے گی۔ کون جانتا ہے کہ کب عزرائیل کی آمد ہو اور ہمارا یہ گلشن حیات اجڑ جائے، اس لئے مسلمان بھائیو! اگر قبر کی تاریک کوٹھری میں رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان چاہئے اور شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی قیامت کے دن شفاعت حاصل کرنی ہے تو پھر ایک ہی طریقہ ہے کہ قادیانیوں سے ہر قسم کے تعلقات کو ختم کرنے کا صدق دل سے آج ہی فیصلہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی نگہبانی کا فریضہ سرانجام دیجئے، ختم نبوت کے تحفظ کے کام کو سنبھالئے، نبی کے دشمنوں کو پہچانئے، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بچی وفاداری کا ثبوت دیجئے، پروگرام کے آخر میں حضرت مولانا نعمت اللہ، انجینئر جاوید اصغر، عبدالسمیع، ڈاکٹر عبدالرحمن، حافظ عبدالصمد، جمیل احمد اور عبداللطیف نے کہا کہ حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان اور مولانا نذیر احمد تونسوی شہید کے قاتلوں کو بے نقاب کر کے سزائے موت دی جائے۔

سانحہ ارتحال

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع گوجرانوالہ کے سیکریٹری اطلاعات اور پنجاب ٹیچرز ایسوسی ایشن ضلع گوجرانوالہ کے سابق سیکریٹری جنرل سید احمد حسین زید کے تایا جان اور بزرگ شخصیت سید محمد یوسف شاہ کاظمی کے بڑے بھائی پیر سید محمد زمان شاہ کاظمی طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ مرحوم کو ان کے آبائی گاؤں موضع بھونٹ بھائیاں میں ان کی والدہ کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ نماز جنازہ میں دینی، سیاسی، سماجی، تجارتی شخصیات اور عزیز و اقارب نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ مرحوم کی عمر ایک سو سال سے متجاوز تھی۔ ان کے پسماندگان میں بیوہ سمیت چار بیٹے، دو بیٹیاں اور دو درجن سے زائد پوتے پوتیاں شامل ہیں۔ دریں اثناء عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں امیر ضلع حافظ محمد شبیر، حافظ محمد یوسف عثمانی، مولانا طارق محمود ثاقب، مولانا عبدالقدوس عابد، عثمان عمر ہاشمی، حافظ محمد ثاقب، حافظ احسان الواحد، مولانا فقیر اللہ اختر، مولانا محمد الیاس قادری، حافظ محمد معاویہ، پروفیسر محمد اعظم نفیسی، پروفیسر حافظ محمد انور، محمد امان اللہ قادری، ارشاد محمود اندھاوا اور مفتی محمد مشتاق نے مرحوم کی رحلت پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کیا اور پسماندگان سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی۔

REGD. NO. SS-160

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے تعاون

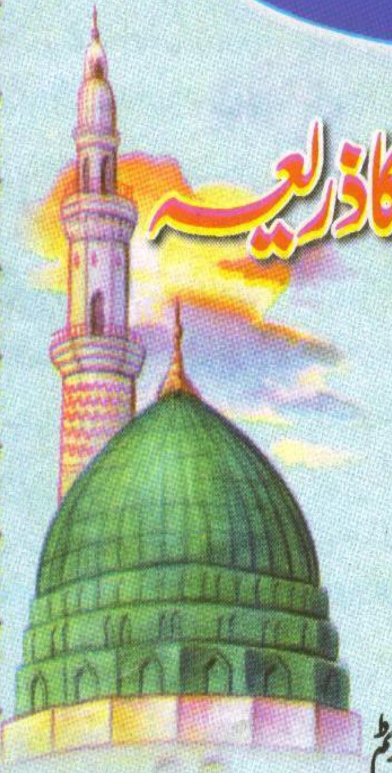

شفاعتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ

- پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب
- قادیانیوں کو دعوتِ اسلام
- سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سدباب
- عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
- سینکڑوں مساجد و مدارس کے ذریعہ مبلغین کی تیاری
- دفاتر ختم نبوت، دارالتصنیف اور لائبریریوں کا قیام
- قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
- ہفت روزہ ختم نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم

ان تمام صدقاتِ جاریہ میں شرکت کے لئے

زکوٰۃ، صدقات، خیرات، فطرہ، عطیات عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کو عنایت فرمائیں

ترسیلِ زر کا پتہ

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

فون: 514122-583486 فیکس: 542277

اکاؤنٹ نمبر: 3464 یو بی ایل حرم گیٹ برانچ، ملتان۔

جامع مسجد باب الرحمت، پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

فون: 7780337 فیکس: 7780340

اکاؤنٹ نمبر: 8-363 اور 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ

نوٹ: مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں

نوٹ: رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جاسکے

اپیل کنندگان:

(مولانا) خواجہ خان محمد
امیر مرکزیہ

سید نفیس الحسینی
نائب امیر مرکزیہ

(مولانا) عزیز الرحمٰن
ناظم اعلیٰ